ماہنامہ

احمدیہ گزٹ

کینیڈا

اکتوبر 2020ء

اللہ تعالیٰ لوگوں کو قربانی کے بعد اپنے فضلوں کے نظارے دکھاتا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ 08 نومبر 2019ء میں فرمایا۔

’’کینیڈا میں وان جماعت کے بچوں کی ایک مثال ہے۔ وہاں کے صدر کہتے ہیں کہ اکتوبر میں ہم جماعت کے تحریکِ جدید کے وعدوں کو مکمل کرنے کے لئے کام کر رہے تھے تو بچوں کو بھی اور گھر کے بچوں کو بھی تلقین کی۔ انہوں نے بھی اپنے جیب خرچ میں سے اپنے وعدے سے زیادہ چندہ ادا کیا۔ ایک بیٹی جس نے ابھی انجنیئرنگ مکمل کی ہے اس کے پاس کچھ رقم تھی اس نے وہ ساری رقم چندے میں ادا کر دی۔ اور پہلے وہ انٹرویو دے رہی تھی ملازمت کے لئے کامیابی نہیں ہو رہی تھی، جس دن یہ چندہ ادا کیا اس سے اگلے روز ہی ایک جاب کے لئے انٹرویو ہوا تھا۔ واپس آئی تو بڑی خوش تھی کہ اس کے ساتھ انٹرویو کے دوران بھی کوئی غیبی طاقت تھی اور بڑا آسانی سے سب کچھ ہو گیا اور جس کمپنی میں انٹرویو دینے گئی تھی وہاں اور بھی کافی لوگوں نے انٹرویو دیا تھا وہ کہہ رہی تھی کہ انٹرویو تو بہت اچھا ہوا ہے لیکن نتیجہ سال کے آخر میں پتا لگے گا لیکن دو دن بعد ہی اس بیٹی کو کال آ گئی کہ تمہیں سلیکٹ کر لیا گیا ہے اور فروری 2020ء سے کام شروع کرنا ہوگا۔ پھر اگلے دن کال آئی کہ باقی لوگ فروری میں شروع کریں گے لیکن تم اسی سال نومبر سے شروع کر سکتی ہو۔ اس سے اس بچی کے بھی ایمان کو تقویت پہنچی۔ ایمان میں اضافہ ہوا اور اس نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھا۔‘‘

(ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن 29 نومبر 2019ء، صفحہ 8)

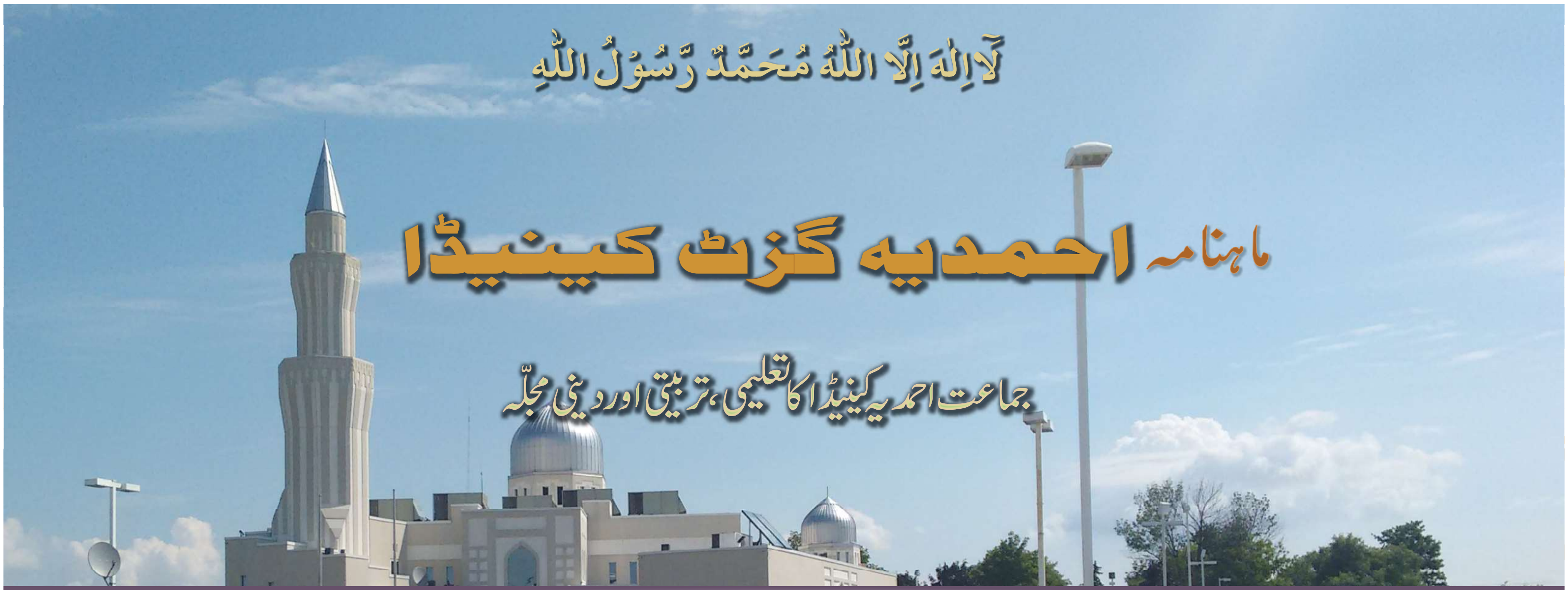

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ماہنامہ احمدیہ گزٹ کینیڈا

جماعت احمدیہ کینیڈا کا تعلیمی، تربیتی اور دینی مجلّہ

اکتوبر 2020ء　جلد نمبر 49　شمارہ 10

فہرست مضامین

★ قرآن مجید اور حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	2
★ ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام	3
★ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطباتِ جمعہ کے خلاصہ جات	4
★ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک حیرت انگیز کشف اور سابقہ پیش گوئیاں　از مکرم عبدالسمیع خاں صاحب	10
★ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کے بارہ میں جاوید غامدی صاحب کے کچھ نظریات اور تاریخی تجزیہ	12
★ دعوت الی اللہ میں حکمت کے تقاضے　از شعبہ تبلیغ جماعت احمدیہ کینیڈا	15
★ جرم اور گناہ　از مکرم سید قمر سلیمان صاحب	16
★ پنجاب اسمبلی میں نیا بل 2020ء　از مکرم جمیل احمد بٹ صاحب	18
★ نماز کی ظاہری حالت اصل میں منشائے الٰہی کی تصویر ہے۔　از شعبہ تربیت جماعت احمدیہ کینیڈا	20
★ ڈھونڈو گے اگر ہمیں ملکوں ملکوں، ملنے کو نہیں، نایاب ہیں ہم　از مکرم ڈاکٹر عمران احمد خاں صاحب	21
★ ہندوستان کے اردو ادب کے بطلِ جلیل پروفیسر اختر اورینوی　از مکرم محمد زکریا ورک صاحب	23
★ یادِ رفتگان: مکرم بیرسٹر مبشر لطیف احمد صاحب　از محترمہ عائشہ افضل ملک صاحبہ	26
★ بعض دیگر مضامین اور منظوم کلام اور اعلانات	30

نگران

ملک لال خاں

امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

مدیر اعلیٰ

مولانا ہادی علی چوہدری

نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

مدیران

ہدایت اللہ ہادیؔ اور عثمان شاہدؔ

معاون مدیران

حافظ رانا منظور احمد اور شفیق اللہ

نمائندہ خصوصی

محمد اکرم یوسف

معاونین

مسعود ناصر، فوزیہ بٹ، غلام احمد عابدؔ

تزئین و زیبائش

شفیق اللہ

مینیجر

مبشر احمد خالدؔ

رابطہ

editor@ahmadiyyagazette.ca

Tel: 905-303-4000 ext. 2241

www.ahmadiyyagazette.ca

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

لَیۡسَ عَلَیۡکَ ھُدٰھُمۡ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ فَلِاَ نۡفُسِکُمۡ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡہِ اللّٰہِ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ یُّوَفَّ اِلَیۡکُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تُظۡلَمُوۡنَ○

(سورۃ البقرہ2:273)

انہیں راہ پر لانا تیرے ذمہ نہیں ہے۔ ہاں اللہ جسے چاہتا ہے راہ پر لے آتا ہے اور جو اچھا مال بھی تم خدا کی راہ میں خرچ کرو اور حقیقت یہ ہے کہ تم ایسا خرچ صرف اللہ کی توجہ چاہنے کے لئے کیا کرتے ہو سو اس کا نفع بھی تمہاری اپنی جانوں ہی کو ہوگا اور جو اچھا مال بھی تم خرچ کرو وہ تمہیں پورا پورا واپس کر دیا جائے گا اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

737۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : مَا مِنْ یَّوْمٍ یُّصْبِحُ الْعِبَادُ فِیْہِ اِلَّا مَلَکَانِ یَنْزِلَانِ فَیَقُوْلُ اَحَدُھُمَا: اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُنْفِقًا خَلَفًا وَیَقُوْلُ الْاٰخَرُ: اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُمْسِکًا تَلَفًا.

(صحیح بخاری . کتاب الزکوٰۃ ، باب قول اللہ تعالی فاما من اعطی و اتقیٰ وصدق ...1442 بحوالہ حدیقۃ الصالحین،، حدیث745، صفحہ583)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر صبح دو فرشتے اُترتے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے۔ اے اللہ! خرچ کرنے والے سخی کو اور دے اور اس کے نقشِ قدم پر چلنے والے اور پیدا کر۔ دوسرا کہتا ہے۔ اے اللہ! روک رکھنے والے کنجوس کو ہلاکت دے، اُس کا مال ومتاع برباد کر۔

پھر وہ وقت آئے گا کہ سونے کا پہاڑ خرچ کرنا بھی ہیچ ہوگا

”جو کوئی میری موجودگی اور میری زندگی میں میری منشا کے مطابق میری اغراض میں مدد دے گا میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت میں بھی میرے ساتھ ہوگا اور جو شخص ایسی ضروری مہمات میں مال خرچ کرے گا میں امید نہیں رکھتا کہ اس مال کے خرچ سے اس کے مال میں کچھ کمی آجائے گی بلکہ اس کے مال میں برکت ہوگی۔ پس چاہئے کہ خدا تعالیٰ پر توکل کر کے پورے اخلاص اور جوش اور ہمت سے کام لیں کہ یہی وقت خدمت گزاری کا ہے۔ پھر بعد اس کے وہ وقت آتا ہے کہ ایک سونے کا پہاڑ بھی اس راہ میں خرچ کریں تو اس وقت کے پیسہ کے برابر نہیں ہوگا۔ یہ ایک ایسا مبارک وقت ہے تم میں وہ خدا کا فرستادہ موجود ہے جس کا صدہا سال سے امتیں انتظار کر رہی تھیں اور ہر روز خدا تعالیٰ کی تازہ وحی تازہ بشارتوں سے بھری ہوئی نازل ہو رہی ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے متواتر ظاہر کر دیا ہے کہ واقعی اور قطعی طور پر وہی شخص اس جماعت میں داخل سمجھا جائے گا کہ اپنے عزیز مال کو اس راہ میں خرچ کرے گا۔“

(مجموعہ اشتہارات۔ جلد سوم، صفحہ 497)

میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو!

”اور تم اے میرے عزیزو! میرے پیارو! میرے درختِ وجود کی سرسبز شاخو! جو خدا تعالیٰ کی رحمت سے جو تم پر ہے میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہو اور اپنی زندگی، اپنا آرام، اپنا مال اس راہ میں فدا کر رہے ہو اگرچہ میں جانتا ہوں کہ میں جو کچھ کہوں تم اسے قبول کرنا اپنی سعادت سمجھو گے اور جہاں تک تمہاری طاقت ہے دریغ نہیں کرو گے لیکن میں اس خدمت کے لئے معین طور پر اپنی زبان سے کچھ تم پر فرض نہیں کر سکتا تا کہ تمہاری خدمتیں نہ میرے کہنے کی مجبوری سے بلکہ اپنی خوشی سے ہوں۔“

(روحانی خزائن۔ فتح اسلام۔ جلد 3، صفحہ 34)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے

ارشاد فرمودہ خطباتِ جمعہ کے خلاصہ جات

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 07 اگست 2020ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 7؍اگست 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سورۃ الصّف کی آیات 9 اور 10 کی تلاوت کی اور ترجمہ پیش فرمایا۔ بعد ازاں فرمایا:

آج 7؍اگست ہے اور یہ جماعت احمدیہ یوکے کے کیلنڈر کے مطابق جلسہ سالانہ یوکے کا پہلا دن ہے۔ لیکن اس وبا کی وجہ سے جلسے کا انعقاد نہیں ہوسکا۔ اللہ تعالیٰ جلد حالات معمول پر لائے اور ہم تمام روایات کے ساتھ جلسہ منعقد کرسکیں۔ بہر حال ایم ٹی اے نے اِس کمی کو کچھ حد تک پورا کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ گذشتہ برس مختلف جلسوں کی میری تقاریر دکھائی جائیں گی۔ اسی طرح کچھ براہِ راست پروگرام بھی نشر ہوں گے۔ اس لئے گھروں پر بیٹھ کر ان تین دنوں کے پروگراموں کو خاص طور پر دیکھیں۔ اس کے ساتھ ہی مجھے خیال آیا کہ دورانِ سال جماعت پر اللہ تعالیٰ کے افضال کی تازہ رپورٹ پیش کروں تا کہ احبابِ جماعت کے لئے یہ ازدیادِ ایمان کا باعث ہو۔ آج کے خطبے میں اور پرسوں اتوار کی شام یہاں ہال سے براہِ راست پروگرام میں ان شاء اللہ اس رپورٹ سے بعض ایمان افروز واقعات بھی پیش ہو جائیں گے۔

حضورِانور نے فرمایا کہ اِن حالات کے باوجود جو گذشتہ چھ سات ماہ سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کی ترقی کا قدم آگے ہی بڑھا ہے، بالخصوص تربیت اور جماعتی تعلق میں خاص طور پر بہتری پیدا ہوئی ہے۔

حضورِانور نے سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات پیش فرمائے جن میں آپؑ نے واضح اعلان فرمایا ہے کہ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے اِس دور میں دینِ اسلام کی تبلیغ اور ترقی آپؑ سے ہی وابستہ ہے۔ حضورِانور نے فرمایا تمام مخالفتوں کے باوجود آپؑ کے اس سلسلے نے ان شاء اللہ پھلنا، پھولنا اور پھیلنا ہے، یہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں کہ مجھ کو بتلایا گیا کہ اِس آیت (هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى۔۔۔ الخ) کا مصداق تو ہے اور تیرے ہی ہاتھ اور تیرے ہی زمانے میں دینِ اسلام کی فوقیت دوسرے دینوں پر ثابت ہوگی۔ فرمایا: اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اس سلسلے کو اسی لئے قائم کیا ہے تا وہ اسلام کے زندہ مذہب ہونے پر گواہ ہو اور تا خدا کی معرفت بڑھے اور اس پر ایسا یقین پیدا ہو جو گناہ اور گندگی کو بھسم کر جاتا اور نیکی اور پاکیزگی پھیلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال پاکستان کے علاوہ دنیا بھر میں 288 نئی جماعتیں اور 1040 نئے مقامات پر احمدیت کا پودا لگا ہے۔ نئی جماعتوں کے قیام میں سیرالیون سرفہرست ہے جہاں چالیس نئی جماعتیں قائم ہوئی ہیں۔ اس کے بعد کانگو کنشاسا اور پھر غانا ہے۔ نئی جماعتوں کے قیام کے سلسلے میں حضورِانور نے کانگو کنشاسا، گیمبیا اور لائبیریا وغیرہ ممالک سے خدا تعالیٰ کی غیر معمولی تائید و نصرت کے ایمان افروز واقعات پیش فرمائے۔

فلپائن میں شدت پسند مسلمانوں کے مشہور علاقے سالوپین میں خدا تعالیٰ نے تیئیس افراد کو بیعت کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ سینیگال کے ریجن تانبہ کنڈا ل میں تبلیغی وفد کی کوشش سے پورا گاؤں احمدی ہوگیا۔ اسی طرح ریڈیو پروگرام کے ذریعے اس سال کے دوران بیس دیہات میں احمدیت کا پودا لگا۔ گوئٹے مالا کے کوبان شہر میں پہلی بار جماعت کا پیغام پہنچا اور وہاں تین افراد نے بیعت کی۔ جنوبی فلسطین کے تاریخی شہر الخلیل اور اس کے گرد و نواح میں منظم جماعت قائم ہوگئی ہے اور ایک احمدی نے اپنے گھر کا ایک حصہ مسجد کے لئے الگ کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے دورانِ سال دنیا کے چار براعظموں میں 124 نئی اور 93 بنی بنائی مساجد جماعت کو عطا ہوئی ہیں۔ اس طرح ان مساجد کی مجموعی تعداد 217 بنتی ہے۔ گوئٹے مالا میں 31 سال کے وقفے کے بعد دوسری مسجد تعمیر ہوئی۔ ناروے میں ایک مقام پر مقامی آبادی اور چرچ کی مخالفت کے باعث مسجد کی تعمیر کا پروگرام دو سال سے تعطّل کا شکار تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ کی تقدیر یوں غالب آئی کہ وہی چرچ جو مخالفت کر رہا تھا اس کی انتظامیہ سے اپنا چرچ سنبھالا نہیں گیا اور جماعت نے وہ عمارت خرید کر مسجد میں تبدیل کر دی۔ اس مسجد کا نام 'مسجد مریم' رکھا گیا ہے۔ امسال ملاوی میں جماعت کی پہلی مسجد قائم ہوئی اور تین دیہات کے ایک ہزار افراد بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے۔ میکسیکو کے دار الحکومت میکسیکو سٹی میں ایک تین منزلہ عمارت کے گراؤنڈ فلور کو بطور مسجد تیار کیا گیا ہے۔ اس کا نام 'مسجد بیت العافیت' ہے۔ مالی میں مخالفت اور سرکاری رکاوٹوں کے باعث تین سال سے التوا کا شکار ایک مسجد اب آباد ہوگئی ہے اور وہاں نمازیں شروع کر دی گئی ہیں۔ تنزانیہ کے ایک ہی ریجن میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو نئی مساجد تعمیر کرنے کی توفیق ملی ہے۔ برکینا فاسو میں دو معمر احباب نے مسجد کے چندے کے لئے دو مرغ اور کچھ انڈے بطور چندہ پیش کئے اور معلم صاحب نے ان کو اس کی رسید دی۔ حضورِانور نے فرمایا کہ سو سال بعد بھی افریقہ کے غریب لوگ قادیان کے غرباء کی روایات کو قائم کر رہے ہیں۔ کوئی سعادت مند عقل کی آنکھ سے دیکھے تو اس کو پتہ لگ جائے گا کہ یہ سچائی نہیں تو اور کیا ہے۔

تنزانیہ کے رینگا ریجن میں تبلیغی لیکچر کے بعد ایک 72 سالہ خاتون حلیمہ صاحبہ نے اپنے پلاٹ کے کاغذات مسجد کی تعمیر کے لئے پیش کر دیئے۔ احبابِ جماعت اب وقارِ عمل سے وہاں مسجد تعمیر کر رہے ہیں جس میں ان بزرگ خاتون کے بیٹے بھی حصہ لے رہے ہیں۔ برکینا فاسو کی زینت صاحبہ لمبے عرصے تک نرسنگ کورس میں داخلے کی کوشش میں ناکام رہیں۔ آپ نے تعلیم کے لئے جمع شدہ رقم بطور چندہ مسجد کی تعمیر کے لئے پیش کر دی۔ دو ہفتے کے اندر انہیں شعبہ صحت کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی کہ آپ کو ڈائریکٹ سلیکٹ کر لیا گیا ہے اور آپ کے تمام تعلیمی اخراجات حکومت برداشت کرے گی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے دورانِ سال 97 مشن ہاؤسز کا اضافہ ہوا۔اس میں گھانا سرفہرست رہا۔تنزانیہ کے سیمیو ریجن میں گذشتہ سال جماعت قائم ہوئی تھی۔ یہاں اس سال مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر ہوئی۔

وقارِ عمل جماعت احمدیہ کا ایک خصوصی امتیاز ہے۔ امسال 148 ممالک سے موصولہ رپورٹ کے مطابق 114 ممالک میں کل اکتالیس ہزار ایک سو گیارہ وقارِ عمل کئے گئے۔جن کے ذریعے 52 لاکھ 13 ہزار امریکی ڈالرز کی بچت ہوئی۔

مرکزی نمائندوں نے دنیا بھر کے بیشتر ممالک کے دورے کئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان دوروں کے مثبت اثرات ظاہر ہوئے۔

اس وقت افریقہ کے آٹھ ممالک میں انگلستان کی زیرِ نگرانی پریس کام کر رہے ہیں جہاں سے چھ لاکھ بارہ ہزار کتب اور چورانوے لاکھ پچاسی ہزار سے زائد تبلیغی لٹریچر اور لیف لیٹس وغیرہ شائع ہوئے ہیں۔اس سال فارنہم (Farnham) پریس سے تین لاکھ ساٹھ ہزار دو سو چالیس کتب شائع ہوئیں۔اس کے علاوہ بہت سے رسائل، کتابچے اور دفتری سٹیشنری کے کام بھی ہو رہے ہیں۔نظارت اشاعت قادیان کے تحت خطِ منظور جو یسرنا القرآن کا خط ہے اس میں قرآن کریم کی دل کش اور خوب صورت طباعت ہوئی۔حضورِ انور نے فرمایا کہ پاکستان میں قرآنِ کریم پڑھنے، رکھنے اور اس کی اشاعت میں جتنی روکیں ہمارے راستے میں کھڑی کی جا رہی ہیں، اللہ تعالیٰ ہمارے لئے اتنے ہی زیادہ بہتر راستے کھولتا چلا جا رہا ہے۔

وکالتِ اشاعت کی 93 ممالک سے موصولہ رپورٹ کے مطابق بیالیس زبانوں میں 407 مختلف کتب، پمفلٹس اور فولڈرز، بیالیس لاکھ چھپن ہزار چھ سو انسٹھ کی تعداد میں طبع ہوئے۔دنیا بھر میں انتیس زبانوں میں 94 اخبارات و رسائل شائع ہو رہے ہیں۔اسی طرح یہاں سے چوبیس زبانوں میں ایک لاکھ نوے ہزار سے زائد تعداد میں کتب دنیا کے مختلف ممالک میں بھجوائی گئیں۔

وکالتِ تصنیف کے تحت اس سال قرآن کریم کے اطالوی زبان میں ترجمے پر نظرِ ثانی کا کام مکمل ہو گیا ہے۔صحیح بخاری کی ترجمہ و شرح کی گیارہ جلدیں ترجمہ کروائی گئی ہیں جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصنیف اعجازِ احمدی کا انگریزی ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔روحانی خزائن کی دسویں جلد کے علاوہ دیگر بائیس جلدوں کی طباعت کا کام یہاں یوکے سے ہو رہا ہے۔

حضورِ انور نے جماعتی تعلیمات اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کی اعجازی تاثیر کے متعلق یوکرین، نیپال، بھارت اور کیریباتی کے بعض پروفیسر صاحبان اور صاحبِ علم احباب کی آرا پیش فرمائیں۔

لیف لیٹس کے منصوبے کے تحت اس سال 111 ممالک میں مجموعی طور پر ترانوے لاکھ ستاون ہزار سے زائد لیف لیٹس تقسیم کئے گئے۔جن کے ذریعے دو کروڑ ستائیس لاکھ افراد تک پیغام پہنچا۔

قرآنِ کریم اور جماعتی لٹریچر کی سات ہزار پانچ سو چالیس مختلف نمائشوں کا اہتمام کیا گیا۔جن کے ذریعے تین لاکھ تینتالیس ہزار سے زائد افراد تک اسلام کا پیغام پہنچا۔پندرہ سو اسی کی تعداد میں قرآن کریم کے مختلف تراجم مہمانوں کو بطور تحفہ پیش کئے گئے۔

حضورِ انور نے بھارت کے شعبہ نور الاسلام کی کاوشوں کا بطور خاص ذکر فرمایا۔

تفصیلی رپورٹوں کے مختصر جائزے اور کئی ایمان افروز واقعات بیان کرنے کے بعد خطبے کے اختتام پر حضورِ انور نے فرمایا کہ یہ رپورٹ جلسے کے دوسرے دن پیش کی جاتی ہے، اس سال کیونکہ جلسہ نہیں ہو رہا اس لئے میں نے سوچا کہ دو قسطوں میں اس کو بیان کر دوں۔چنانچہ اس رپورٹ کا بقیہ حصہ یہاں ہال میں اتوار کی شام چار بجے جلسے کی طرز پر سامعین کے سامنے بیان کر دوں گا۔جہاں سے ساری دنیا ان افضال کو جو دورانِ سال اللہ تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ پر کئے ہیں، ایم۔ٹی۔اے کے ذریعے سن لے گی۔

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔11 اگست 2020ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 14 اگست 2020

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 14 اگست 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

دو ہفتے پیشتر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا آج ان ہی کے بارہ میں کچھ مزید باتیں ہیں۔ایک قیدی ابو محجن ثقفی شراب پینے کے جرم میں بطور سزا زنجیروں میں قید کیا گیا تھا۔جنگ کے دوران ابو محجن نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ حضرت سلمٰی بنت حفصہ سے درخواست کی کہ اسے آزاد کر دیا جائے تا کہ وہ جنگ میں شامل ہو سکے۔اس نے کہا کہ اگر میں زندہ بچ گیا تو واپس آ کر دوبارہ زنجیریں پہن لوں گا۔ابو محجن حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے پر سوار میدانِ جنگ میں جا پہنچا اور بڑی بے جگری سے لڑا۔حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بوجہ بیماری لڑائی میں براہِ راست شریک نہ ہو سکے تھے تاہم دُور سے نگرانی کر رہے تھے۔آپؓ نے اپنا گھوڑا پہچان لیا اور کہا کہ گھوڑا تو میرا ہے اور اس پر سوار ابو محجن معلوم ہوتا ہے۔لڑائی تین روز جاری رہی اور اس کے بعد ابو محجن نے واپس آ کر اپنی زنجیریں دوبارہ پہن لیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لجنہ سے ایک تقریر میں اس واقعے کو بیان کرتے ہوئے عورتوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ خواتین کو آج بھی حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ کی اس بہادرانہ مثال کو سامنے رکھنا چاہئے۔اسی طرح قبیلہ بنو سلیم کی مشہور شاعرہ صحابیہ حضرت خنسا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چار بیٹے آپ کی وصیت پر عمل کرتے ہوئے جنگِ قادسیہ میں نہایت جاں نثاری سے لڑے اور شہید ہو گئے۔اس روز شام سے پہلے قادسیہ پر اسلامی پرچم لہرا رہا تھا۔حضرت خنساء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ جس نے آپؓ کے چار فرزندوں کو شہادت سے سرفراز فرمایا۔

قادسیہ کی فتح کے بعد اسلامی لشکر نے بابل اور پھر تاریخی شہر کوثی کو فتح کیا۔یہاں سے اسلامی افواج بہرہ شیر مقام پر پہنچیں جہاں کسریٰ کا شکاری شیر رہتا تھا۔حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر قریب پہنچا تو ایرانیوں نے اس درندے کو لشکر پر چھوڑ دیا۔شیر گرجتا ہوا لشکر پر حملہ آور ہوا تو حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی ہاشم بن ابی وقاص نے شیر پر تلوار سے ایسا وار کیا کہ شیر وہیں ڈھیر ہو گیا۔

اسی جنگ کے دوران مدائن کا معرکہ پیش آیا۔مدائن کسریٰ کا پایۂ تخت تھا جہاں اس کے سفید محلات تھے۔ایرانیوں نے مسلمانوں اور مدائن کے درمیان حائل دریائے دجلہ کے تمام پل توڑ دیئے۔حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی افواج کو تیر کر دریا عبور کرنے کا حکم دیا اور اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپاہیوں نے آپؓ کی پیروی میں گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔اس تحیّر انگیز منظر سے ایرانیوں پر ایسا خوف چھایا کہ وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔مسلمانوں نے آگے بڑھ کر شہر اور کسریٰ کے محلات پر قبضہ کر لیا اور یوں آنحضرت ﷺ کی ایک پیش گوئی پوری ہوئی۔

مدائن کی فتح کے بعد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مزید پیش قدمی کی اجازت چاہی جس پر

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ سرِ دست اسی پر اکتفا کیا جائے اور مفتوحہ علاقے کے نظم ونسق کی طرف توجہ کی جائے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کام کو بھی بخوبی نبھایا۔ آپؓ نے عراق میں مردم شماری اور پیمائش کروائی۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں نے علاقے فتح تو کیے لیکن رعایا کا خیال نہیں رکھا جب کہ ایسا نہیں۔ مسلمانوں نے جب شہر فتح کیے تو وہاں کے رہنے والوں کا پہلے سے بڑھ کر خیال رکھا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اجازت سے کوفہ شہر تعمیر کیا جو ایک فوجی چھاؤنی تھی اور اس میں ایک لاکھ سپاہی بسائے گئے تھے۔ اس شہر میں عرب قبائل کو الگ الگ محلوں میں آباد کیا گیا اور شہر کے بیچوں بیچ ایک بڑی مسجد بنوائی گئی جس میں چالیس ہزار نمازی بیک وقت نماز پڑھ سکتے تھے۔ مسجد کے قریب ہی بیت المال کی عمارت اور اپنا محل تعمیر کرایا جو قصرِ سعد کے نام سے مشہور تھا۔

21 ہجری میں فارسیوں کے ڈیڑھ لاکھ لشکر کے ساتھ اسلامی افواج کو معرکہ نہاوند پیش آیا۔ اس معرکے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت پر تیس ہزار کے اسلامی لشکر کی کمان حضرت نعمان بن مقرن مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں ایک مرتبہ بنو اسد کے بعض لوگوں نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کیا کہ آپؓ صحیح طرح نماز نہیں پڑھاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت محمد بن مسلمہ کو تحقیق کے لئے بھجوایا تو معلوم ہوا کہ شکایات غلط تھیں تاہم آپؓ کو بعض حکمتوں کے پیشِ نظر واپس مدینے بلوالیا گیا۔ 23 ہجری میں قاتلانہ حملے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتخابِ خلافت کے لئے جو بورڈ مقرر فرمایا تھا حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کا حصہ تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ منتخب ہوں تو وہی خلیفہ ہوں گے ورنہ جو بھی خلیفہ بنے وہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مدد لیتا رہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد آپؓ کو دوبارہ کوفے کا والی مقرر فرمایا جہاں آپؓ تین سال خدمات انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد آپؓ کا بیت المال کے انچارج حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اختلاف ہوا جس پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؓ کو معزول کردیا۔ معزولی کے بعد حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینے میں گوشہ نشین ہوگئے اور ہمیشہ فتنہ وفساد سے دُور رہے۔

جب آپؓ کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو آپؓ کا سر اپنے بیٹے مصعب بن سعد کی گود میں تھا۔ مصعب کی آنکھوں سے آنسو رواں دیکھ کر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ مجھے کبھی عذاب نہیں دے گا اور میں جنتیوں میں سے ہوں۔ ایک مرتبہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے نے پوچھا کہ آپ گروہِ انصار کے ساتھ وہ سلوک کرتے ہیں جو دوسروں کے ساتھ نہیں کرتے تو آپؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ مومن ان کو دوست رکھتا ہے اور منافق اُن سے دور رہتا ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کی نسبت مختلف روایات ملتی ہیں جن کے مطابق آپ نے 51 سے لے کر 58 ہجری کے دوران ستر سے اسی برس کی عمر کے درمیان وفات پائی۔ وفات کے وقت آپؓ نے اڑھائی لاکھ درہم ترکے میں چھوڑے۔ مروان بن حکم نے جنازہ پڑھایا، اور جنت البقیع میں تدفین عمل میں آئی۔ آپؓ کی نمازِ جنازہ میں ازواجِ مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی شرکت فرمائی۔ آپؓ نے مہاجرین میں سب سے آخر میں وفات پائی۔

مشہور مستشرق ولیم میور لکھتے ہیں کہ بدری صحابی اسلامی سوسائٹی کے اعلیٰ ترین رکن سمجھے جاتے تھے چنانچہ بوقتِ وفات حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے وہ چوغہ لا دو جو میں نے بدر کے دن پہنا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدر کے وقت بالکل نوجوان تھے بعد میں ان کے ہاتھ پر ایران فتح ہوا۔ وہ کوفہ کے بانی اور عراق کے گورنر بنے مگر ان کی نظر میں یہ تمام عزتیں اور فخر جنگِ بدر میں شرکت کی عزت وفخر کے مقابلے میں بالکل ہیچ تھیں۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف اوقات میں نو شادیاں کیں اور اُن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو چونتیس بچوں سے نوازا جن میں سترہ لڑکے اور سترہ لڑکیاں تھیں۔

خطبے کے دوسرے حصے میں حضورِ انور نے چار مرحومین کا ذکرِ خیر اور نمازِ جنازہ غائب پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

پہلا ذکرِ خیر مکرم صفدر علی گجر صاحب کا تھا۔ مرحوم 25 جولائی 2020ء کو اناسی سال کی عمر میں وفات پاگئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

آپ خدا کے فضل سے موصی تھے اور تیس سال تک شعبہ ضیافت یوکے میں رضا کار کے طور پر خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ لمبا عرصہ الفضل انٹرنیشنل اور اخبار احمدیہ کی پیکنگ اور پوسٹنگ میں خدمات سرانجام دیں۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ مرحوم خلافت کے مثالی شیدائی تھے اور ہمیشہ اسی در پر فدا رہے۔ مرحوم نے اہلیہ کے علاوہ چار بیٹے اور دو بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔

اگلا جنازہ مکرمہ عفت نصیر صاحبہ اہلیہ پروفیسر ڈاکٹر نصیر احمد خان صاحب تعلیم الاسلام کالج کا تھا۔ آپ 3 مئی 2020ء کو نوے برس کی عمر میں وفات پاگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحومہ بڑی دعا گو، عبادت گزار اور تہجد گزار خاتون تھیں۔ لجنہ اماءاللہ میں لمبا عرصہ مختلف حیثیتوں میں خدمات کی توفیق ملی۔ لواحقین میں ایک بیٹی اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔

تیسرا جنازہ مکرم عبدالرحیم ساقی صاحب کا تھا جو 31 مارچ 2020ء کو وفات پاگئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم جنرل سیکرٹری آفس یوکے میں بطور کارکن خدمت کی توفیق پارہے تھے۔ آپ بڑے دعا گو، قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے عبادت گزار وجود تھے۔ خلافت کے ساتھ بڑی گہری عقیدت اور محبت رکھتے تھے۔

آج کے خطبے میں آخری ذکرِ خیر مکرم سعید احمد سہگل صاحب کا تھا جو دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں شعبہ ڈسپیچ میں خدمت کی توفیق پارہے تھے۔ آپ 12 اپریل کو نوے سال کی عمر میں وفات پاگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

مرحوم نے دو بیٹے اور دو بیٹیاں سوگوار چھوڑی ہیں۔ بڑے پڑھے لکھے، علم دوست شخصیت تھے۔ نمازوں کے پابند اور خلافت کے شیدائی تھے۔ مختلف موضوعات پر سیر حاصل گفتگو فرماتے خصوصاً عیسائیت اور یہودیت کا بڑا گہرا علم تھا۔

حضورِ انور نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کی مغفرت فرمائے اور ان کی اولادوں کو ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 18 اگست 2020ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 21 اگست 2020ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 21 اگست 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

بدری صحابہؓ کے ذکر میں آج جن صحابی کا ذکر ہوگا وہ ہیں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپؓ کی والدہ آنحضرت ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں اسی طرح آپؓ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھتیجے بھی تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ اسما حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ یوں آپؓ، آنحضرت ﷺ کے ہم زلف بھی تھے۔ عشرہ مبشرہ میں شامل حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام قبول کرنے والوں میں چوتھے یا پانچویں شخص تھے۔ اسی طرح آپؓ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقرر کردہ اس چھ رکنی کمیٹی کا حصہ تھے جسے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد انتخابِ خلافت کے لئے نامزد فرمایا تھا۔ جب حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نوعمری میں اسلام قبول کیا تو آپؓ کے چچا چٹائی میں لپیٹ کر دھواں دیتے تاکہ آپؓ اسلام ترک کردیں لیکن آپؓ کے پایہ ثبات میں کبھی لغزش نہ آئی۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو بچپن میں اس لئے مارتی تھیں تاکہ آپؓ بہادر اور نڈر بنیں۔ حضورِانور نے اس مضمون پر مشتمل حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعض اشعار پیش کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ ان کا تربیت اور بہادر بنانے کا طریقہ تھا، ضروری نہیں کہ ہم کہیں کہ یہ بڑا اچھا طریقہ تھا۔ عموماً تو آج کل اس سے اعتماد میں کمی آتی ہے۔ اور ان ممالک میں تو بچوں کو مارنا سخت منع ہے۔ اور والدین کے لئے قابلِ سزا جرم ہے۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حبشہ کی طرف دونوں ہجرتوں میں شریک ہوئے۔ ہجرتِ مدینہ کے موقعے پر آپؓ نے حضرت منذر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس قیام کیا۔ آپؓ کی اہلیہ حضرت اسما رضی اللہ تعالیٰ عنہا سفرِ ہجرت کے دوران امید سے تھیں چنانچہ قبا کے مقام پر عبداللہ بن زبیر کی ولادت ہوئی۔ تو حضرت اسما رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہیں لے کر آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نومولود کو گود میں لیا اور اپنا لعابِ مبارک اس کے منہ میں ڈالا۔ پھر آپؐ نے کھجور کو چبا کر اس کے منہ میں رکھا اور برکت کی دعا کی۔ عبداللہ پہلا بچہ تھا جو اسلام میں پیدا ہوا۔ آنحضور ﷺ نے ہجرت سے قبل حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مؤاخات حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قائم فرمائی اور ہجرتِ مدینہ کے بعد آپؓ، حضرت سلمہ بن سلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دینی بھائی ٹھہرے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بیٹوں کے نام نیک فال کے طور پر شہداء کے نام پر رکھے تھے۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے نے ایک موقع پر آپؓ سے آنحضور ﷺ کی روایات بیان نہ کرنے کے متعلق پوچھا تو آپؓ نے فرمایا کہ میں نے جب سے اسلام قبول کیا ہے میں نبی کریم ﷺ سے کبھی جدا نہیں ہوا لیکن میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی بات منسوب کی اس نے جہنم میں ٹھکانہ بنالیا۔ آپؓ اس وجہ سے احتیاط کیا کرتے تھے۔

حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنی تلوار نیام سے نکالی۔ ہوا کچھ یوں کہ ایک دفعہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کی کسی گھاٹی میں آرام کر رہے تھے کہ آنحضور ﷺ کی شہادت کی خبر سنائی دی، آپؓ اپنی تلوار سونت کر تیزی سے نکلے۔ راستے میں رسول اللہ ﷺ ملے اور آپؐ نے زبیرؓ کو روک لیا اور تلوار سونتنے کی وجہ دریافت کی تو آپؓ نے عرض کی کہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ تمام اہلِ مکہ کو قتل کردوں گا۔ نبی کریم ﷺ نے آپؓ کے لئے خصوصی دعا کی۔ آپؓ غزوہ بدر سمیت تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ بدر کے دن دو گھڑسواروں میں سے ایک زرد عمامہ باندھے ہوئے حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ آنحضرت ﷺ نے آپؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ فرشتے زبیرؓ کے مشابہ عمامہ باندھے ہوئے اترے ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ احد کے دن نبی کریم ﷺ نے میرے لئے اپنے والدین کو جمع فرمایا یعنی یوں فرمایا کہ میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔ غزوۂ احد کے دن آنحضرت ﷺ نے مثلہ شدہ لاشوں کے قریب ایک عورت کو دیکھا تو ناپسند فرمایا کہ وہ یہ تکلیف دہ منظر دیکھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہچان لیا کہ یہ ان کی والدہ صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں جو اپنے بھائی حمزہؓ کی تکفین کے لئے دو چادریں لائی تھیں۔ آنحضور ﷺ کو جب یہ بتایا گیا تو آپؐ نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش دیکھنے کی اجازت دے دی۔ اس موقع پر حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے غیر معمولی صبر اور حوصلے کا مظاہرہ فرمایا۔

غزوہ خندق کے موقع پر آنحضرت ﷺ کی تحریک پر حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود کو بنوقریظہ کی خبر لانے کے لئے پیش کیا تھا۔ اس موقع پر آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کا ایک حواری ہوتا ہے اور میرے حواری زبیرؓ ہیں۔

غزوہ خیبر میں یہود کا مشہور سردار مرحب مارا گیا تو اس کے بھائی یاسر نے من یبارِز کا نعرہ بلند کیا۔ حضرت زبیر اس کے مقابلے کے لئے آگے بڑھے اور وہ آپ کے ہاتھوں مارا گیا۔

جب حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضور ﷺ کے ایک فیصلے کی خبر پر مشتمل خط ایک عورت کے ہاتھ اہلِ مکہ کو بھجوایا تو آنحضور ﷺ نے حضرت علی، مقداد اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو وہ خط لینے کے لئے بھجوایا تھا۔ حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس لغزش پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت سیخ پا ہوئے اور انہیں قتل کرنے کی اجازت چاہی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حاطبؓ غزوہ بدر میں شریک ہوچکے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کی نسبت آسمان سے جھانک کر فرمایا ہے کہ تم جو کچھ کرتے رہو میں تمہیں معاف کرچکا ہوں۔

فتح مکہ کے دن حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے پر سوار فوج کے بائیں جانب تھے۔ جب آنحضور ﷺ نے اپنی چھڑی سے ھبل نامی بت کو گرایا تو آپؓ نے ابوسفیان کو احد کے دن غرور سے لگایا گیا نعرہ اعل ھبل یاد کرایا۔

غزوہ حنین کے دن حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت جاں نثاری سے ثابت قدم رہتے ہوئے کفار کا مقابلہ کیا اور نیزے کا وار کرکے کافر سرداروں سے گھاٹی کو خالی کرایا۔

جنگِ یرموک میں حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہؓ کے اصرار پر حملہ کیا تو اس قدر سرعت سے کفار کی صفیں چیرتے ہوئے نکلے کہ کوئی آپؓ کا ساتھ نہ دے سکا۔ مصر کے معرکوں کے دوران حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درخواست پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس ہزار فوج اور چار افسر بھجوائے اور فرمایا کہ ان میں سے ہر افسر ایک ہزار فوج کے برابر ہے۔ ان چار افسروں میں سے ایک حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مقرر کردہ چھ رکنی خلافت کمیٹی نے جب اپنا اختیار تین افراد کے سپرد کرنے کا سوچا تو حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا اختیار حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کیا۔ حضورِانور نے انتخابِ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مفصل واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ابھی چل رہا ہے۔ باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان کروں گا۔

خطبے کے دوسرے حصے میں حضورِانور نے تین مرحومین کا ذکرِ خیر اور نماز ہائے جنازہ پڑھانے کا اعلان فرمایا۔

پہلا ذکر مکرم معراج احمد صاحب ابن محمود احمد صاحب آف

ڈوگری گارڈن ضلع پشاور کا تھا۔ جماعت کے خلاف جاری تازہ مہم کے باعث آپ کو مخالفینِ احمدیت نے 12 اگست 2020ء کو اِن کے میڈیکل سٹور کے سامنے فائرنگ کر کے شہید کر دیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن

بوقتِ شہادت مرحوم کی عمر تقریباً 61 برس تھی۔ شہید نماز باجماعت کے پابند، خلافت سے بے انتہا عقیدت رکھنے والے، مالی قربانیوں میں پیش پیش، بڑھ چڑھ کر دعوت الی اللہ کرنے والے، اور ہمدردیٔ خلق کے نمایاں اوصاف کے مالک تھے۔ طویل عرصہ جماعت پشاور کے سیکرٹری ضیافت رہے۔ پسماندگان میں اہلیہ اور تین بیٹے اور ایک بیٹی سوگوار چھوڑے ہیں۔

دوسرا جنازہ مکرم ادیب احمد ناصر مربی سلسلہ ابن محمد ناصر احمد ڈوگر صاحب عہدی پور ضلع نارووال کا تھا۔ مرحوم 9/ اگست 2020ء کو 27 برس کی عمر میں ٹائیفائیڈ کے سبب مختصر علالت کے بعد وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

مرحوم نے جولائی 2017ء میں جامعہ احمدیہ کی تعلیم مکمل کی تھی اور نظارت اصلاح و ارشاد کے تحت کام کر رہے تھے۔ مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند، ہر دل عزیز، سادہ طبیعت اور نرم لہجے کے مالک تھے۔ وقف کی حقیقی روح کو سمجھ کر زندگی بسر کرنے والے تھے۔ ایک کمرہ کے سینٹر میں جہاں مکمل سامان میسر نہ تھا آپ نے بڑی جاں فشانی سے اپنے فرائض انجام دیئے۔

تیسرا جنازہ مکرم حمید احمد شیخ صاحب ابن شیخ محمد حسین صاحب کا تھا۔ مرحوم 12 اگست 2020ء کو ہارٹ اٹیک کے باعث پچاسی برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔

آپ حضرت شیخ نور احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پوتے تھے۔ مرحوم نہایت مخلص، نمازوں کے پابند، مالی تحریکات میں بھرپور حصہ لینے والے تھے۔ آپ چارٹرڈ آرکیٹیکٹ (Chartered architect) تھے اور اسلام آباد پاکستان میں IAAAE کے چیئرمین کے طور پر اور دیگر مختلف حیثیتوں میں خدمات انجام دیتے رہے۔ مرحوم کے پسماندگان میں دو بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔

خطبے کے اختتام پر حضورِ انور نے تمام مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کے لئے دعا کی۔

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 25 اگست 2020ء)

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 28 اگست 2020ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 28 اگست 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے موافق آنحضرت ﷺ کی غلامی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حَکم وعدل بنا کر بھیجا ہے۔ وہ حکم و عدل جس نے تمام مسالک اور فرقوں کی غلط تشریحات اور فروعی اختلافات کو دُور کر کے مسلمانوں کو ایک وحدت عطا کرنی تھی۔ پس آج مسلمانوں کے ہر فرقے سے علم، عقل اور دعاؤں سے کام لینے والے لاکھوں افراد ہر سال جماعت احمدیہ میں شامل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ جماعت احمدیہ کسی فرقے یا مسلک کے فرق یا اختلافی نظریات اور تشریح و تفسیر پر قائم ہونے والی جماعت نہیں بلکہ یہ آپ ﷺ کے وعدے کے مطابق قائم ہونے والی جماعت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الہاماً فرمایا کہ تمام مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو۔ علیٰ دینٍ واحد۔ پس یہ وہ کام ہے، جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے ہیں اور جس کے لئے خلافت کے زیرِ سایہ جماعت احمدیہ مصروفِ عمل ہے۔ یقیناً ہم نے مخالفتوں، مقدموں، سختیوں اور گالم گلوچ کی پروا کئے بنا حق بات کہنے اور حق پھیلانے سے نہیں رکنا۔ سینکڑوں سال سے مسلمان اختلافات میں مبتلا ہو کر اپنی اکائی کو کمزور کرتے چلے آ رہے ہیں۔ آج کل بھی ہم اسلامی سال کے پہلے مہینے محرم سے گزر رہے ہیں اور بدقسمتی سے کئی مسلمان ممالک میں اس مہینے میں قتل و غارت گری اور فتنہ و فساد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ عامۃ المسلمین، سنجیدہ طبع اور حق کے متلاشی لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ کس طرح ہم مسلمانوں کو امتِ واحدہ بنا سکتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فیجِ اعوج کے زمانے کے بعد خلافت علیٰ منہاج نبوت کی خوش خبری بھی دی تھی۔ صاحبِ عقل لوگوں کو نام نہاد علماء کی پیروی کی بجائے اس امام کو ڈھونڈنے کی کوشش کرنی چاہئے جسے خدا تعالیٰ نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لئے کھڑا کیا ہے۔ ہم احمدی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا کام کیا ہے۔ یہی وہ امام ہیں جن کے ذریعے تمام جھگڑوں اور فسادوں نے امن و سلامتی میں بدلنا ہے۔ پس محرم کو صرف افسوس کرنے یا اپنے بغضوں، کینوں اور غصوں کو نکالنے کا مہینہ بنانے کی بجائے محبت اور پیار بانٹنے کا مہینہ بنانا چاہئے۔ جب ہم حکم و عدل رہنما کے پیچھے چلیں گے تب ہی ہم حقیقی مسلمان کہلانے والے ہوں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میری حیثیت مولوی کی حیثیت نہیں بلکہ سنن انبیاء کی سی حیثیت ہے۔ مجھے سماوی آدمی مانو پھر یہ سارے جھگڑے اور تمام نزاعیں ایک دم میں طے ہو سکتی ہیں۔ جو خدا کی طرف سے ’حَکم‘ ہو کر آیا ہو جو معنی قرآن اور حدیث کے وہ کرے گا وہی صحیح ہوں گے۔ ورنہ شیعہ سنی کے جھگڑے دیکھو کب طے ہونے میں آتے ہیں۔ جب تک یہ اپنا طریق چھوڑ کر مجھ میں ہو کر نہیں دیکھتے، یہ حق پر ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ سبّ و شتم جب ایک شریف آدمی کے نزدیک پسندیدہ چیز نہیں تو پھر خدائے قدوس کے حضور عبادت کب ہو سکتی ہے۔ اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ میرے پاس آ کر میری سنو تا کہ تمہیں حق نظر آوے۔

خلفائے راشدین کے مرتبہ و مقام اور بزرگی کے متعلق آپؑ فرماتے ہیں۔

میں تو یہ جانتا ہوں کہ کوئی شخص مومن اور مسلمان نہیں بن سکتا جب تک ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سا رنگ پیدا نہ ہو۔ وہ دنیا سے محبت نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کی ہوئی تھیں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں حقیقی مومن اور مسلمان بننے کے لئے ان چاروں خلفاء کو اپنے لئے اسوہ بنانا ہو گا۔ جماعت احمدیہ کا تو یہ عقیدہ ہے کہ یہ سب خلفائے راشدین ہمارے لئے نمونہ ہیں۔ اس وقت میں بعض اقتباسات پیش کرتا ہوں تا کہ نئے آنے والوں اور نوجوانوں کو سمجھ آ جائے کہ ہمارا مسلک اور عقیدہ کیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ابتدائی زمانۂ خلافت میں پیش آمدہ حالات کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اگر وہ یعنی حضرت ابوبکرؓ قوی دل نہ ہوتا تو بہت ہی مشکل پڑتی اور وہ گھبرا جاتا لیکن صدیق نبی کا ہم سایہ تھا۔ آپؐ کے اخلاق کا اثر اس پر پڑا ہوا تھا اس لئے وہ شجاعت اور استقلال دکھایا کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اگر ابوبکرؓ کا وجود نہ ہوتا تو اسلام بھی نہ ہوتا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا درجہ صحابہؓ میں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بعض اوقات ان کی رائے کے موافق قرآن شریف نازل ہو جایا کرتا تھا۔

پھر خلفائے ثلاثہ کی نسبت فرمایا کہ میرے رب نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ صدیق اور فاروق اور عثمان رضی اللہ عنہم نیکوکار اور مومن تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ نے چن لیا۔

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاسن اور مقام کا ذکر کرتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ آپؓ تقویٰ شعار پاک باطن اور ان لوگوں میں سے تھے جو خدائے رحمٰن کے ہاں سب سے زیادہ پیارے ہوتے ہیں اس میں ذرہ بھر شک نہیں کہ حضرت علیؓ متلاشیانِ حق کی امیدگاہ اور سخیوں کا بے مثال نمونہ اور بندگانِ خدا کے لئے حجت اللہ تھے۔ آپؓ کا زمانہ امن و امان کا زمانہ نہ تھا۔ عوام الناس آپؓ کی اور ابنِ ابی سفیان کی خلافت کے بارہ میں اختلاف کرتے تھے لیکن سچ یہ ہے کہ حق علی مرتضیٰؓ کے ساتھ تھا اور جس نے آپؓ کے دور میں آپ سے جنگ کی تو اس نے بغاوت اور سرکشی کی۔

خلفائے راشدین کی اسلام اور قرآن کی حفاظت کا حق ادا کرنے کے بارہ میں آپؑ فرماتے ہیں کہ اگر یہ دین میں امین نہ ہوتے تو آج ہمارے لئے مشکل تھا جو قرآن شریف کی کسی ایک آیت کو بھی من جانب اللہ بتا سکتے۔ فرمایا: خدا کی قسم وہ ایسے لوگ ہیں کہ خیر الکائنات ﷺ کی مدد کی خاطر موت کے میدانوں میں ڈٹ گئے اور اللہ کی خاطر انہوں نے اپنے باپوں اور بیٹوں کو چھوڑ دیا۔

پس یہ وہ ادراک ہے جو ان چاروں خلفاء کے مقام و مرتبے کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دیا اور یہی وہ مقام ہے جو ہر مسلمان ان بزرگوں کو دے گا تو حقیقی مسلمان کہلائے گا۔ عموماً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا جماعت احمدیہ کے بارہ میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ آپؑ اور آپؑ کی جماعت نے خاندانِ نبوت کے مقام کو نہیں پہچانا۔ اس وقت میں ایسے حوالے پیش کروں گا جن سے معلوم ہوگا کہ آپؑ کی نظر میں خاندانِ نبوت کا کیا مقام تھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

میری کشفاً عین عالمِ بیداری میں حضرت علیؓ سے ملاقات ہوئی اور آپؓ نے خدائے علام الغیوب کی کتاب کی تفسیر مجھے عطا کی اور فرمایا یہ میری تفسیر ہے اور اب آپؑ کو دی جاتی ہے۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ آپؓ مجھ سے بڑی محبت والفت سے ملے اور میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ آپؓ مجھے اور میرے عقیدے کو جانتے ہیں آپؓ کے ساتھ حسنؓ اور حسینؓ اور سید الرسل خاتم النبیینؐ بھی تھے اور ان کے ساتھ ایک نہایت خوب رو، صالحہ، جلیل القدر بابرکت پاک باز، لائقِ تعظیم، باوقار ظاہر و باہر نورِ مجسم جوان خاتون بھی تھیں اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ آپؓ حضرت فاطمۃ الزہراؓ ہیں۔ مجھے بتایا گیا کہ دین کے تعلق میں حضرت فاطمہؓ کے نزدیک میری حیثیت بمنزلہ بیٹے کے ہے۔

ایک اور مقام پر آپؑ نے فرمایا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حسینؓ یا حضرت عیسیٰ جیسے راست باز پر بدزبانی کرکے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا۔

قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپؐ کی آل اور اصحابؓ سے اس قدر محبت تھی کہ ایک دفعہ محرم کے مہینے میں آپؑ نے حضرت صاحبزادی مبارکہ بیگم صاحبہؓ اور حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحبؓ کو شہادتِ امام حسینؓ کے واقعات بڑے دردناک انداز میں سنائے کہ آنسوں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ یہ امر نہایت درجہ کی شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسینؓ کی تحقیر کی جائے اور جو شخص حسینؓ یا کسی اور بزرگ کی جو ائمہ مطہرینؓ میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا ان کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے۔

حضورِ انور نے فرمایا کہ یہ سب کچھ سننے کے بعد کیسے کہا جاسکتا ہے کہ آپؑ کو آلِ محمدؐ سے محبت نہیں تھی۔ جس محبت کا ادراک آپؑ کو تھا وہ کسی اور کو نہیں ہوسکتا۔ جہاں شیعہ غلو کی حد تک گئے اور جہاں سنی غلط ہوئے وہاں آپؑ نے بطور حکم وعدل اسلام کی حقیقی تعلیم رائج کرنے کا فریضہ انجام دیا۔ اس کے باوجود دونوں فرقے احمدیوں کو برا بھلا کہتے اور ظلموں کا نشانہ بناتے ہیں لیکن ہم نے صبر و استقامت کے ساتھ حقیقی اسلام کے پیغام کو دنیا میں پھیلانا ہے۔ ہماری قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اس دفعہ فتح حسینی صفات رکھنے والوں کی ہوگی۔ پس ہمیں چاہئے کہ آج کل دعاؤں اور درود شریف پڑھنے پر زور دیں اور اللہ تعالیٰ کے آگے جھکنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ محرم کے ایام میں سب مسلمانوں کو بھی محفوظ رکھے۔ آمین

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 31 اگست 2020ء)

ٹوٹیں گے جبر کے ہتھیار بھی ہنستے ہنستے

مکرم فاروق محمود صاحب، لندن

یہ وہ بازار کہ ہر دام خوشی سے حاضر
جان دیتا ہے خریدار بھی ہنستے ہنستے

دراصل موت میں آتی ہے نظر ان کو حیات
وہ جو جاتے ہیں سرِ دار بھی ہنستے ہنستے

دستِ قاتل میں کہاں طاقتِ قتلِ ایمان
ٹوٹیں گے جبر کے ہتھیار بھی ہنستے ہنستے

یہ اسیرانِ وفا ہیں جو نظر آتے ہیں
پا بہ جولاں سرِ بازار بھی ہنستے ہنستے

روز لکھتے ہیں محبت کی کہانی جو نئی
روز جیتے ہیں تہہِ بار بھی ہنستے ہنستے

خوف خادم کا ہو مخدوم کو کیوں کر آخر
سرد پڑ جائے گی یہ نار بھی ہنستے ہنستے

حوصلہ شرط ہے منزل کے قریب آنے کو
سہل ہوگی راہِ دشوار بھی ہنستے ہنستے

ہم نے ہرحال میں سیکھا ہے تبسّم کرنا
دشت بن جائیں گے گلزار بھی ہنستے ہنستے

تم نے دیکھا نہیں آنکھوں میں تلاطم اس کے
کرتا ہے جو یار گفتار بھی ہنستے ہنستے

☆ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ آگ ہماری غلام ہے بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔ یہاں لفظ 'خادم' اور ہر غلام مسیح الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے لفظ 'مخدوم' استعمال کیا گیا ہے۔ (فاروق محمود)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک حیرت انگیز کشف اور سابقہ پیشگوئیاں

تحریکِ جدید کے 5 ہزار چندہ دہندگان جو ہمیشہ کے لئے زندہ ہو گئے

ایک منصور جو 5 ہزار ساتھی لے کر امام مہدی کے لئے راستہ ہموار کرے گا

مکرم پروفیسر عبدالسمیع خان صاحب، جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا 1891ء کا ایک بہت ہی معنی خیز کشف یوں ہے۔ کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دو شخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں۔ ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔ تب میں نے اس شخص کو جو زمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے مگر وہ چپ رہا اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ تب میں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا، اسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔ وہ میری اس بات کو سن کر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا۔ تب میں نے دل میں کہا کہ اگرچہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالیٰ چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں۔ اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کَمْ مِنْ فِئَةٍ .... ۔ پھر وہ منصور مجھے کشف کی حالت میں دکھایا گیا اور کہا گیا کہ خوش حال ہے خوش حال ہے مگر خدائے تعالیٰ کی کسی حکمت مخفیہ نے میری نظر کو اس کے پہچاننے سے قاصر رکھا لیکن میں امید کرتا ہوں کہ کسی دوسرے وقت دکھایا جائے۔

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن۔ جلد 3، صفحہ 149)

اس رؤیا میں یہ بتایا گیا کہ احمدیت کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے ایک لاکھ روحانی سپاہیوں کی ضرورت ہے مگر ابتدائی طور پر تقدیر الٰہی کے تابع 5 ہزار افراد مہیا کئے جائیں گے اور وہ تھوڑے ہو کر بہتوں پر غالب آ جائیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کا یہ عظیم الشان رؤیا تحریکِ جدید کی شکل میں ظاہر ہوا جس کی بنیاد حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 1934ء میں رکھی اور اس میں ابتدائی حصہ لینے والے 5 ہزار کے قریب تھے۔ اب تو خدا کے فضل سے شاملین کی تعداد لاکھوں میں ہے۔

سابقہ پیشگوئیاں

ان پانچ ہزار مجاہدین کا تذکرہ سابقہ پیشگوئیوں میں بھی موجود ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی کتاب **حجج الکرامہ** میں امام مہدی کے متعلق پیشگوئیاں بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں (یاد رہے کہ پیشگوئیوں میں بہت کچھ اخفاء کا پہلو ہوتا ہے، بہت سے پردے اور پرت ہوتے ہیں اور کئی شکلوں میں ظاہر ہو سکتی ہیں)۔ مشرق سے ایک شخص جس کا نام منصور یا شعیب بن صالح ہوگا اور پانچ ہزار افراد کے ساتھ ظہور کرے گا اور مہدی کو شناخت کر کے اس کی ہمراہی میں ہو جائے گا اور مہدی اس کو اپنے ہراول دستے کا کمانڈر مقرر کرے گا۔ اگر مضبوط پہاڑ بھی اس کے سامنے آئیں گے تو وہ ان کو منہدم کرتے ہوئے اس کے لئے راہ ہموار کرے گا جیسا کہ قریش نے آنحضرت ﷺ کے لئے ہموار کی تھی۔

(حجج الکرامہ۔ صفحہ 369)

اس پیشگوئی کو حضرت مولوی کرم داد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوالمیال صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے تحریکِ جدید پر چسپاں کرتے ہوئے الفضل 7 دسمبر 1938ء میں شائع کروایا۔ سنن ابوداؤد کی حدیث میں امام مہدی کے ہراول دستے کے سربراہ کا نام منصور بتایا گیا ہے۔

(سنن ابوداؤد۔ کتاب المہدی۔ حدیث نمبر 4291)

پس منصور کا نام تو حدیث نبوی، کشف مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام اور حجج الکرامہ میں مشترک ہے اور غالباً یہ وہی ہے جسے ’’پیشگوئی مصلح موعود‘‘ میں فتح وظفر کی کلید کہہ کر بیان کیا گیا ہے۔

تحریکِ جدید کی شکل میں پوری ہوئی

5 ہزاری مجاہدین والی پیشگوئی کو تحریکِ جدید پر چسپاں کرنے کا سلسلہ بھی بہت دلچسپ ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تحریکِ جدید کے اجراء کے چند سال بعد خیال آیا کہ شاید یہ تحریکِ جدید کے متعلق ہے۔ آپ خطبہ جمعہ 18 نومبر 1938ء میں فرمایا:

’’مجھے خود بھی دو تین سال ہوئے یہی خیال آیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیشگوئی تحریکِ جدید میں حصہ لینے والوں پر ہی چسپاں ہوتی ہے اور اُن دنوں میں نے چوہدری برکت علی صاحب کو ایک دفعہ بلا کر پوچھا بھی کہ اس تحریک میں حصہ لینے والوں کی کتنی تعداد ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ میں زبانی نہیں بتا سکتا دیکھ کر بتا دوں گا۔ میں نے کہا اندازاً آپ بتائیں کہ کس قدر لوگ ہوں گے۔ انہوں نے اس وقت بتلایا کہ شاید سات ہزار کے قریب ہیں۔ ان کے اس جواب سے میرے ذہن میں جو یہ خیال تھا کہ شاید تحریکِ جدید میں حصہ لینے والے پانچ ہزار ہوں اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ کشف اسی کے متعلق ہو جاتا رہا اور گو ایک حصہ نادہندوں کا بھی ہوتا ہے اور ایک حصہ ایسے لوگوں کا بھی ہوتا ہے جنہیں جس قدر حصہ لینا چاہئے اس قدر حصہ وہ نہیں لیتے اور ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنے سپاہیوں میں شامل نہیں کرتا مگر چونکہ انہوں نے جو ظنی تخمینہ بتایا وہ بہت زیادہ تھا اس لئے میرے ذہن سے اتر گیا۔‘‘

(روزنامہ الفضل قادیان۔ 24 نومبر 1938ء)

اس کے بعد حضرت قاضی محمد ظہور الدین اکمل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ اس طرف پھیری گئی۔ آپ 16 نومبر 1938ء کے الفضل میں تحریر فرماتے ہیں:

’’آج رات دو بجے کے قریب جب میری روح گداز ہو کر آستانہ الوہیت پر بہہ رہی تھی یک دم یہ بات میخ آہنی کی طرح

میرے قلب میں گڑھ گئی کہ حضورؓ کا یہ کشف تحریکِ جدید میں قربانیاں کرنے والوں کے ذریعہ پورا ہو رہا ہے۔ اس خیال کے آتے ہی مجھ پر ایک عجب کیفیت طاری ہوئی اور میں اس میں محو رہا۔ جب آفتاب طلوع ہوا تو مجھے اس بات کی فکر ہوئی کہ میں ان پاکیزہ روحوں کی تعداد معلوم کروں جو اس پاک جہاد میں حصہ لے رہے ہیں۔''

چنانچہ انہوں نے منشی برکت علی خان صاحب فنانشل سیکرٹری تحریکِ جدید سے معین تعداد معلوم کی تو وہ 5422 تھی۔ یہ وہ لوگ تھے جو مسلسل چار سال سے چندہ میں شامل تھے اور عجیب بات یہ تھی کہ ہر سال ان کی تعداد پانچ ہزار کے لگ بھگ تھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت قاضی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مضمون کو پڑھ کر اس پر صاد کیا اور پانچ ہزار سے زائد تعداد کے متعلق فرمایا:

''چونکہ ہر جماعت میں کچھ نہ کچھ نادہند ہوتے ہیں اس لئے اگر ان کو نکال دیا جائے تو پانچ ہزار ہی تعداد بنتی ہے۔ علاوہ ازیں کسور بالعموم اعداد میں شمار نہیں کئے جاتے۔ پس پانچ ہزار چار سو دراصل پانچ ہزار ہی ہے۔''

نیز فرمایا:

''میں سمجھتا ہوں کہ درحقیقت انہی لوگوں کے متعلق یہ کشف ہے اور حقیقت یہ ہے کہ کئی سال سے میرا یہ خیال ہے کہ یہی وہ فوج ہے جس کے ملنے کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خبر دی گئی تھی۔ اور اسی فوج کے ذریعہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اسلام کی فتح کے لئے ایک مستقل اور پائیدار بنیاد قائم کرے اور یہ فوج اپنا ایک ایسا نشان چھوڑ جائے جس کے ذریعہ ہمیشہ دنیا میں تبلیغ ہوتی رہے۔''

پھر عجیب بات یہ ہے کہ ادھر الفضل میں یہ مضمون شائع ہوا ادھر چند دن پہلے میں یہ سوچ رہا تھا کہ تحریکِ جدید میں آخر تک قربانی کرنے والوں کو آئندہ نسلوں کے لئے بطور یادگار بنانے کے لئے کوئی تجویز کروں۔ جب یہ کشف میرے سامنے آیا تو اس نے میرے خیال کو اور زیادہ مضبوط کر دیا اور میں نے چاہا کہ وہ لوگ جو اس تحریک میں آخر تک استقلال کے ساتھ حصہ لیں گے ان کے ناموں کو محفوظ رکھنے کے لئے اور اس غرض کے لئے کہ آئندہ آنے والی نسلیں ان کے لئے دعائیں کرتی رہیں، کوئی یادگار قائم کروں۔

(روزنامہ الفضل قادیان۔24 نومبر 1938ء)

ابدی نشان

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ خواہش اس طرح پوری ہوئی کہ تحریکِ جدید کے پہلے 19 سالہ دور (1934-1953ء) میں حصہ لینے والے پانچ ہزار احباب کے نام اور قربانیوں کو ہمیشہ زندہ رکھنے کے لئے 1959ء پانچ ہزاری مجاہدین کی فہرست شائع کر دی گئی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے خطبہ جمعہ 5 نومبر 1982ء میں تحریک فرمائی کہ ان خوش نصیبوں کی قربانیوں کو ہمیشہ زندہ رکھا جائے اور ان کی اولادیں ان کی طرف سے چندہ ادا کرتی رہیں۔ (خطبات طاہر۔جلد 1 صفحہ 255)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 3 نومبر 2006ء کو یہ خوش خبری دی کہ یہ تمام کھاتے جاری ہو چکے ہیں۔ (روزنامہ الفضل ربوہ۔12 دسمبر 2006ء)

پس تحریکِ جدید جس کے ذریعہ کل عالم میں دینِ اسلام کا بول بالا ہو رہا ہے اس کی عمارت پانچ ہزار موعود ستونوں پر کھڑی ہے جس پر لاکھوں پرندے بسیرا کر رہے ہیں بلکہ اپنی قربانیوں سے اس عمارت کو مزید دلآویز اور دلکش بنا رہے ہیں۔

خدا تعالیٰ کی ہزاروں رحمتیں ان پاک روحوں پر ہوں جنہوں نے احمدیت کو شاداب بنانے کے لئے اپنا تن من دھن قربان کر دیا۔ وہ ہمیشہ کے لئے خدا کی نظر میں زندہ ہیں اور ان کے بعد آنے والے ان سے زندگی کشید کرتے رہیں گے۔

5 ہزار مربیان کی خواہش

27 دسمبر 1939ء کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جلسہ سالانہ کی تقریر میں فرمایا:

''میری یہ خواہش ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ رؤیا کہ آپ کو پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا ایک تو تحریکِ جدید میں چندہ دینے والوں کے ذریعہ پورا ہوا، دوسرا اس رنگ میں پورا ہو کہ ہم پانچ ہزار تحریکِ جدید کے ماتحت مبلغ تیار کر دیں جو اپنی زندگی اعلائے کلمۃ اللہ اور اسلام کے لئے وقف کئے ہوئے ہوں۔''

(روزنامہ الفضل قادیان۔3 جنوری 1940ء)

خدا کے فضل سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ خواہش پورا ہونے کے دن بھی قریب آرہے ہیں۔ وقفِ نو کی تحریک میں شامل فدائی نوجوان زیر تربیت ہیں اور دنیا بھر میں جامعہ احمدیہ کی 14 شاخیں اس خواہش کی تکمیل کے لئے کوشاں ہیں اور خلافتِ خامسہ میں ہی وہ وقت آئے گا کہ دنیا میں احمدیت کے پانچ ہزار علمبردار ہر خطے میں کھڑے ہوں گے اور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی گواہی دے رہے ہوں گے۔

(روزنامہ الفضل ربوہ۔8 اگست 2014ء)

معیاری قربانی

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطبہ جمعہ 04 دسمبر 1953ء بمقام ربوہ میں فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص اپنی ایک ماہ کی آمد کا پچاس فی صدی دے دیتا ہے تو یہ ایک اچھی قربانی ہے۔ کیونکہ اس کے ساتھ دوسرے چندے بھی ہیں، جو فرضاً دینے پڑتے ہیں۔ پس اگر کوئی شخص اپنی ایک ماہ کی آمد کا نصف دے دیتا ہے۔ مثلاً اس کی سو روپیہ ماہوار آمد ہے تو پچاس روپے وعدہ لکھوا دے تو سمجھا جائے گا کہ اس نے اچھی قربانی کی ہے۔ اور اگر وہ ایک ماہ کی پوری آمد یعنی سو کی سو روپے ہی بطور وعدہ لکھوا دے تو سمجھیں گے کہ اس نے تکلیف اُٹھا کر قربانی کی۔''

(خطباتِ محمودؓ۔جلد 34 صفحہ 349)

چندہ تحریکِ جدید

جیسا کہ احباب جماعت کو علم ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے تحریکِ جدید کے چھیاسویں سال کا اختتام 31 اکتوبر 2020ء کو ہو رہا ہے۔ اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نومبر کے شروع میں ان شاء العزیز تحریکِ جدید کے نئے سال کا اعلان فرمائیں گے۔

احباب جماعت سے درخواست ہے جن دوستوں نے ابھی تک اپنے وعدہ جات کے مطابق تحریکِ جدید کا چندہ ادا نہیں کیا وہ جلد از جلد ادا فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اموال و نفوس میں برکت ڈالے اور آپ کی مالی قربانیوں کو اپنے فضل سے قبول فرمالے۔ آمین۔

رضوان مسعود میاں

سیکرٹری تحریکِ جدید، جماعت احمدیہ کینیڈا

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کے بارہ میں

جاوید غامدی صاحب کے کچھ نظریات کا تاریخی تجزیہ

مکرم صاحبزادہ ڈاکٹر ابونائل مرزا سلطان احمد صاحب

مکرم جاوید احمد غامدی صاحب کی ایک ویڈیو آج کل سوشل میڈیا پر گردش کر رہی ہے اور اسے ایک لاکھ کے قریب لوگ دیکھ چکے ہیں اس میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کا زمانی لحاظ سے جائزہ پیش کیا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا ذکر کرنے سے پہلے وہ یہ ذکر کر رہے تھے کہ پرانے صوفیاء کے کلام میں اکثر یہ ذکر مل جاتا ہے کہ امتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افراد کو نبوت کے کمالات حاصل ہوتے رہے ہیں لیکن ان کے دعاوی کو نبوت کا دعوی نہیں سمجھا گیا تھا۔ مناسب ہوگا اگر تفصیلات درج کرنے سے پہلے، اس ویڈیو میں بیان کردہ نکات کا خلاصہ درج کر دیا جائے۔ غامدی صاحب نے فرمایا:

1۔ 1885ء تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر صوفیانہ رنگ لئے ہوئے تھی۔ جیسا کہ پرانے بزرگ صوفیاء کا انداز ہوتا تھا ویسا ہی آپ کا انداز تھا۔ اور آپ محض یہ فرماتے تھے کہ میں دین کی تجدید کے لئے آیا ہوں اور اس سے زائد آپ کا کوئی دعویٰ نہیں تھا۔

2۔ 1885ء میں آپ کی ملاقات حضرت مولوی نورالدین صاحب سے ہوئی اور ان سے آپ کی خط و کتابت شروع ہوئی۔ اس کے بعد آپ کے دعاوی کے اظہار میں تبدیلی آنی شروع ہوئی۔

3۔ 24 جنوری 1891ء کو حضرت مولوی نورالدین صاحب نے آپ کو ایک خط لکھا کہ آپ کے صوفیانہ کمالات اور الہامات ایسے ہیں کہ اگر آپ مسیح ہونے کا دعوی کر دیں تو مناسب ہوگا۔ اور اس کے بعد اس تجویز کے زیرِ اثر رفتہ رفتہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسیح ہونے کا دعوی کیا۔ **(نعوذ بِاللہِ مِن ذٰلِک)**

اس ویڈیو میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات کے کچھ حوالے دکھائے گئے اور اس کے ساتھ یہ بھی بیان کیا گیا کہ یہ تحریر کس سال کی ہے۔

ہر شخص کو اپنی رائے رکھنے کا حق ہے اور جماعت احمدیہ کی ہمیشہ یہ روایت رہی ہے کہ وہ دلیل اور رواداری کے ساتھ تبادلۂ خیالات کا خیر مقدم کرتی ہے۔ لیکن کسی رائے کو صحیح یا غلط قرار دینے سے قبل یہ دیکھنا ضروری ہے کہ جن بیان کردہ حقائق کی بنا پر وہ رائے قائم کی جا رہی ہے کیا وہ درست بھی ہیں کہ نہیں۔ اس مضمون میں صرف اس ایک پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے اس ویڈیو کا تجزیہ پیش کیا جائے گا تاکہ حقائق واضح ہو جائیں۔

1۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو الہامات دعویٰ مسیح موعود سے قبل شائع ہو کر مشہور ہو چکے تھے، ان کے مطالعہ سے ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپؑ کا مقام محض کسی عام صوفی یا بزرگ کی طرح کا نہیں تھا بلکہ اس سے بالکل منفرد تھا۔ یہاں صرف قبل از دعویٰ آپؑ کے مکتوبات میں سے دو مثالیں درج کی جاتی ہیں۔ یہ دونوں مکتوب آپ نے میر عباس علی لدھیانوی صاحب کے نام تحریر فرمائے تھے۔ آپؑ نے 12 جون 1883ء کو میر عباس علی لدھیانوی صاحب کے نام ایک خط میں فرمایا:

اور یہ آیت

وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ

بار بار الہام ہوئے اور اس قدر متواتر ہوئے کہ جس کا شمار خدا ہی کو معلوم ہے اور اس قدر زور سے ہوئے کہ میخ فولادی کی طرح دل میں داخل ہے۔ اس سے یقیناً معلوم ہوا کہ خداوند کریم ان سب دوستوں کو جو اس عاجز کے طریق پر قدم ماریں بہت سی برکتیں دے گا۔ اور ان کو دوسرے طریقوں کے لوگوں پر غلبہ بخشے گا اور یہ غلبہ قیامت تک رہے گا۔ اور اس عاجز کے بعد کوئی مقبول آنے والا نہیں جو اس طریق کے خلاف قدم مارے۔ اور جو مخالف قدم مارے گا خدا اس کو تباہ کرے گا اور اس کے سلسلہ کو پائیداری نہیں ہوگی۔

(مکتوباتِ احمدؑ۔ جلد اول، صفحہ 534)

اسی طرح اس خط کے چند ماہ کے بعد 18 جنوری 1884ء کو آپؑ نے میر عباس علی صاحب کے نام تحریر فرمایا:

بہتر یہ ہے کہ آں مخدوم اس عاجز کی تکلیف بیعت کے لئے بہت زور نہ دیں کہ کئی اندیشوں کا محل ہے۔ یہ عاجز معمولی زاہدوں اور عابدوں کے مشرب پر نہیں اور نہ ان کی رسم و عادت کے مطابق اوقات رکھتا ہے بلکہ ان کے پیرایہ سے نہایت بیگانہ اور دُور ہے۔ سیفعل اللہ ما یشآء اگر خدا نے چاہا تو وہ قادر ہے کہ اپنے خاص ایما سے اجازت فرماوے۔ ہر ایک کو اس جگہ کے آنے سے روک دیں اور جو پردۂ غیب میں مخفی ہے اس کے ظہور کے منتظر رہیں۔

(مکتوباتِ احمدؑ۔ جلد اول، صفحہ 589)

یہ بھی قابلِ غور امر ہے کہ جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریریں منظر عام پر آنی شروع ہوئیں تو اس وقت ہندوستان میں بھی کئی سلسلوں سے وابستہ صوفی منش احباب موجود تھے، کئی مسلمان علماء موجود تھے، کتنے ہی مصنفین کی کتب شائع ہو رہی تھیں لیکن ان میں سے کتنے ایسے تھے جنہوں نے تمام ادیان کے نمایاں افراد کے نام چیلنج شائع کیا ہو کہ اگر وہ اپنی مقدس کتب میں سے ان معارف کا پانچواں حصہ بھی ثابت کر دیں جو کہ وہ قرآن کریم سے ثابت کر کے دکھائیں گے تو ان کی خدمت میں انعام پیش کیا جائے گا۔

2۔ مکرم جاوید احمد غامدی صاحب نے اس ویڈیو میں بیان کیا کہ 1885ء میں حضرت مولوی نورالدین صاحب کی حضرت مسیح موعود سے خط و کتابت شروع ہوئی۔ اس وقت تک حضرت مسیح موعود ویسی ہی باتیں بیان فرما رہے تھے جیسا کہ عموماً صوفیاء کرتے ہیں۔ لیکن اس کے بعد 1890ء میں حضرت مسیح موعود نے یہ بیان کرنا شروع کیا کہ آیت

ھُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ لا وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ٥

(سورۃ التوبہ 9:33)

کا ظہور میرے ذریعہ ہونے والا ہے اور غامدی صاحب نے کہا کہ بانی سلسلہ احمدیہ نے ابتداء یہاں سے کر دی۔ انہوں نے براہین احمدیہ کا یہ حوالہ پڑھا:

ھُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ لا وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ٥

(سورۃ التوبہ 9:33)

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیشگوئی ہے۔اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا لیکن اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے گویا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں اور بحدی اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ چہارم۔روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 593، حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

اس ویڈیو میں مکرم جاوید احمد غامدی صاحب نے اس حوالے کی جو تاریخ بیان کی ہے کہ یہ حوالہ 1890ء کا ہے، یہ درست نہیں۔ یہ حوالہ براہین احمدیہ جلد چہارم کا ہے۔اور براہین احمدیہ جلد چہارم 1884ء میں شائع ہو چکی تھی۔اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس سے بہت قبل یہ کتاب تحریر ہو کر پریس میں شائع ہونے کے لئے جا چکی تھی۔جب کہ غامدی صاحب نے بیان کیا ہے کہ 1885ء میں حضرت مسیح موعود اور حضرت حکیم نورالدین صاحب کی خط وکتابت شروع ہوئی اور اس کے بعد 1890ء میں حضرت مسیح موعود نے یہ اپنی کتاب میں تحریر فرمایا کہ میں مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہوں۔ تاریخی طور پر یہ نظریہ درست نہیں ہو سکتا۔

3۔ غامدی صاحب نے یہ نظریہ پیش کیا کہ حضرت مسیح موعود اور حضرت حکیم نورالدین صاحب کی خط وکتابت شروع ہوئی تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں حضرت حکیم نورالدین صاحب نے بانی سلسلہ احمدیہ کو ایسی باتیں لکھیں کہ اگر آپ خود مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیں تو مناسب ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس خط وکتابت کے آغاز سے قبل ہی حضرت مسیح موعود یہ اعلان فرما چکے تھے اور یہ اعلان شائع بھی ہو چکا تھا کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر کیا ہے کہ مجھ میں اور حضرت مسیح علیہ السلام میں گہری مماثلت ہے۔اس لئے عقل اس نظریہ کو قبول نہیں کر سکتی۔

غامدی صاحب نے یہ نتائج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خطوط کا شائع کردہ مجموعہ مکتوباتِ احمدؑ کے مطالعہ سے اخذ کئے ہیں۔اور اس بات کا ذکر انہوں نے اس ویڈیو میں کیا ہے اور مکتوباتِ احمدؑ کے کچھ صفحات اس ویڈیو میں دکھائے بھی جا رہے تھے۔دلچسپ بات یہ ہے کہ اس ویڈیو میں مکتوباتِ احمدؑ میں شامل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وہ پہلا خط بھی دکھایا گیا ہے جو کہ حضرت حکیم نورالدین صاحب کے نام لکھا گیا تھا۔یہ خط 8 مارچ 1885ء کو لکھا گیا تھا۔اس خط میں آپ نے لکھا:

یہ عاجز (مؤلف براہین احمدیہ) حضرت جل جلالہ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ نبی ناصری اسرائیلی کی طرز پر کمال مسکینی اور فروتنی اور غربت اور تذلل اور تواضع سے اصلاح خلق کے لئے کوشش کرے۔ (مکتوباتِ احمدؑ۔جلد 2، صفحہ 9)

اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ سے خط وکتابت کے آغاز میں ہی بلکہ پہلے ہی خط سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ واضح فرما دیا تھا کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے گہری مماثلت رکھتے ہیں۔گو آپؑ نے ابھی اللہ تعالیٰ کے اذن سے یہ اعلان نہیں فرمایا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؑ ہی بطور مسیح موعود مبعوث ہوئے ہیں۔اس حقیقت کی موجودگی میں یہ نتیجہ کس طرح نکالا جا سکتا ہے کہ آپؑ کا یہ دعویٰ نعوذ باللہ حضرت حکیم نورالدین صاحبؓ کی کسی تجویز کا نتیجہ تھا۔

4۔ اس کے بعد غامدی صاحب بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد حضرت حکیم نورالدین صاحب نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو ایک خط لکھا جو کہ دستیاب نہیں لیکن اس کا جو جواب مرزا صاحب نے 24 جنوری 1891ء کو تحریر کیا وہ محفوظ ہے۔مرزا صاحب کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم نورالدین صاحبؓ نے مرزا صاحب کو یہ مشورہ دیا کہ جو آپ کے متصوفانہ کمالات ہیں اور جو الہامات ہو رہے ہیں۔اس کی روشنی میں اگر مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔لہٰذا جواب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشورہ انہوں نے دیا۔اس کے بعد غامدی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خط کا یہ اقتباس پڑھا:

جو کچھ آں مخدوم نے تحریر فرمایا ہے کہ اگر دمشقی حدیث کے مصداق کو علیحدہ چھوڑ کر الگ مثیلِ مسیح کا دعویٰ ظاہر کیا جائے تو اس میں حرج کیا ہے؟ درحقیقت اس عاجز کو مثیلِ مسیح بننے کی کچھ حاجت نہیں۔یہ بننا چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے عاجز اور مطیع بندوں میں شامل کر لیوے۔لیکن ہم ابتلا سے کسی طرح بھاگ نہیں سکتے۔

(مکتوباتِ احمدؑ۔جلد 2، صفحہ 98-99)

پھر غامدی صاحب یہ نتیجہ اخذ فرماتے ہیں کہ اس خط کے کچھ ہی عرصہ بعد رفتہ رفتہ مرزا صاحب نے مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیا۔گویا یہ نتیجہ نکالا جا رہا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا مسیح موعود ہونے کے دعوے کے پیچھے دراصل حضرت حکیم نورالدین صاحبؓ کے مشوروں کا عمل دخل تھا۔

اول تو اس خط کی عبارت سے ہی ظاہر ہے کہ اس دعوے کو پیش کرنے کا مطلب یہ تھا کہ عظیم آزمائش کا سامنا کرنا پڑے گا۔اور اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی ذاتی خواہش کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔بہرحال تمام اعتقادات اور عقیدت کو ایک طرف رکھ کر صرف بیان کردہ تاریخوں کی بنیاد پر اس نظریہ کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

پہلی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کے الہامات کی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق مسیح موعود ہونے کا اعلان اپنی تصنیف فتح اسلام میں فرمایا تھا۔اور اس کے ساتھ ہی مخالفت اور فتووں کا طوفان اُمڈ آیا تھا۔کتاب فتح اسلام کے پہلے ایڈیشن کے سرورق پر اس کی تاریخ اشاعت جمادی الاول 1308 ہجری لکھی ہوئی ہے۔اور انٹرنیٹ پر ہجری تاریخوں کو عیسوی تاریخوں میں بدلنے کی بہت سی سائٹس موجود ہیں۔ان سے چیک کیا جا سکتا ہے کہ جمادی الاول 1308 ہجری کا مہینہ 13 دسمبر 1890ء سے شروع ہو کر 11 جنوری 1891ء کو ختم ہو جاتا ہے۔اب جس خط کا غامدی صاحب حوالہ دے رہے ہیں وہ 25 جنوری 1891ء کو لکھا گیا تھا۔اور خود غامدی صاحب اقرار کر رہے ہیں کہ اس وقت حضرت حکیم نورالدین صاحب نے مرزا صاحب کو یہ مشورہ دیا تھا کہ اگر آپ مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیں تو مناسب ہو گا لیکن آپ اس پر آمادہ نہیں تھے اور لکھ رہے تھے کہ میں صرف خدا کے عاجز بندوں میں شامل ہونا چاہتا ہوں لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے حکم ہو جائے تو پھر یہ ایک ابتلا ہو گا۔حقیقت یہ ہے کہ اس وقت تک حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا یہ دعویٰ کہ آپ ہی مسیح موعود ہیں اور آپ ہی مثیلِ مسیح ہیں شائع ہو کر اپنے اور غیروں کے ہاتھ میں پہنچ چکا تھا۔اور آپ فتح اسلام میں یہ اعلان بھی فرما چکے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔اور مخالفت کا طوفان بھی برپا ہو چکا تھا۔اور ظاہر ہے کہ جب اس تاریخ تک یہ کتاب شائع ہو چکی تھی تو پریس میں اس سے بھی کافی پہلے گئی ہو گی کیونکہ اس وقت کتاب کی اشاعت پر بھی کافی وقت لگتا تھا۔اور پریس میں جانے سے بھی کافی پہلے اس کا مسودہ تیار ہو کر اس کی کتابت ہوئی ہو گی۔اس وقت ہاتھ سے

کتابت کی جاتی تھی اور اس عمل پر کافی وقت خرچ ہوتا تھا۔ یہ سب قرائن ثابت کرتے ہیں کہ 24 جنوری 1891ء کے اس خط سے قبل ہی اس دعوے کا اعلان ہو چکا تھا۔

5۔ صرف یہی ایک نکتہ اس نظریہ کو غلط ثابت کر دینے کے لئے کافی ہے۔ لیکن جیسا کہ جماعت احمدیہ کی روایت ہے مذہبی مباحثات میں وسیع البنیاد تحقیق پیش کرنی چاہئے تا کہ دوسرے مسالک سے وابستہ احباب کے دلوں کو بھی پوری تسلی ہو جائے۔ چنانچہ اب ہم اس نظریہ کا ایک اور پہلو سے جائزہ لیتے ہیں۔ غامدی صاحب نے اس ویڈیو میں اپنے اس نظریہ کے حق میں مکتوباتِ احمدؑ میں شائع کردہ خطوط کو پیش کیا ہے۔ غامدی صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جس خط کا حوالہ پیش کیا ہے اس کے آخر میں لکھا ہے:

معلوم نہیں کہ آنمکرم نے ابھی تک وہ خطوط جن کا وعدہ آپ نے فرمایا تھا، روانہ کئے ہیں یا نہیں۔ رسالہ ازالہ اوہام میں یہ بحث اس قدر مبسوط ہے کہ شاید دوسرے کسی رسالہ میں نہ ہو۔ اگر آپ کی طرف سے کوئی خاص تحریر آپ کی اس وقت پہنچی تو میں مناسب سمجھتا ہوں۔ اس کو رسالہ ازالہ اوہام میں چھاپ دوں۔ مضمون اگر اردو عبارت میں ہو تو بہتر ہے تا عام لوگ اسے پڑھ لیں۔

(مکتوباتِ احمدؑ۔ جلد 2، صفحہ 99)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تصنیف فتح اسلام میں یہ اعلان فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق اللہ تعالیٰ نے مجھے مسیح موعود کے طور پر مبعوث فرمایا ہے۔ اس کے معاً بعد آپؑ نے دو مزید تصنیفات توضیح مرام اور ازالہ اوہام شائع فرمائیں۔ اور ان کتب میں بھی اپنے ان دعاوی کو تفصیل اور ثبوتوں کے ساتھ بیان فرمایا۔ خط کے آخری حصہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس وقت یہ خط لکھا گیا۔ اس وقت فتح اسلام اور توضیح مرام تصنیف ہو چکی تھیں اور ازالہ اوہام کی تصنیف اپنے آخری مراحل پر تھی یا مکمل ہو چکی تھی۔ اور پہلی دو تصانیف میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ان دعاوی کو تفصیل سے بیان کر چکے تھے۔

5۔ اس خط سے پہلے 20 دسمبر 1890ء کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت حکیم نور الدین صاحبؓ کو ایک خط لکھا۔ اس خط میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

چونکہ کتاب فتح اسلام کسی قدر بڑھائی گئی ہے اور مطبع امرتسر میں چھپ رہی ہے اس لئے جب تک کل چھپ نہ جائے روانہ نہیں ہو سکتی۔ امید ہے کہ بیس روز تک چھپ کر آ جائے گی۔

(مکتوباتِ احمدؑ۔ جلد 2، صفحہ 97)

اس خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت حکیم نور الدین صاحبؓ کو دسمبر 1890ء میں یہ علم ہو چکا تھا کہ کتاب فتح اسلام شائع ہونی شروع ہو چکی ہے اور اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا ہے۔ اس لئے یہ عجیب و غریب نظریہ قابلِ قبول نہیں رہتا کہ اس کے بھی ایک ماہ بعد تک نعوذ باللہ حضرت حکیم نور الدین صاحبؓ آپ کو تجویز دے رہے تھے کہ آپؑ کو مسیح موعود ہونے کا دعوی کر دینا چاہئے اور آپؑ اس پر آمادہ نہیں تھے۔

6۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کی ہے کہ اس کتاب میں حضرت مسیح کی وفات اور اس دعوے کی اشاعت تو ایک آخری مرحلہ تھا۔ اس سے کئی ماہ پہلے یہ کتاب تصنیف ہوئی ہو گی اور چھپنے کے لئے پریس میں گئی ہو گی۔ چنانچہ غالب امکان یہی ہے کہ کم از کم ایک حلقے میں یہ خبر مشہور ہو چکی تھی کہ آپؑ نے یہ دعویٰ فرمایا ہے۔ اور اس کی خبر ایسے طبقے کو بھی ہوئی ہو گی جس نے اس دعوے کی بہر حال مخالفت کرنی تھی۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 15 جولائی 1890ء کو حضرت حکیم نور الدین صاحبؓ کو ایک خط لکھا۔ اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

مولوی محمد حسین صاحب نے پختہ ارادہ مخالفانہ تحریر کا کر لیا ہے اور اس عاجز کے ضال ہونے کی نسبت زبانی اشاعت کر رہے ہیں۔ مرزا خدا بخش صاحب جو محمد علی خان صاحب کے ساتھ آئے ہیں، ذکر کرتے ہیں کہ میں نے بھی ان کی زبانی ضال کا لفظ سنا ہے۔ کل بمشورہ مرزا خدا بخش صاحب اور محمد علی خان صاحب ان کی طرف خط لکھا گیا ہے کہ پہلے ملاقات کر کے اپنے شکوک پیش کرو۔ معلوم نہیں کیا جواب لکھیں۔ میں نے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ اگر آپ نہ آ سکیں تو میں خود آ سکتا ہوں۔ مگر ان کے اس فقرے سے سب کو تعجب آیا کہ میں عقلی طور پر مسیح کا آسمان سے اترنا ثابت کر دوں گا۔

(مکتوباتِ احمدؑ۔ جلد 2، صفحہ 93)

اس سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ فتح اسلام کی اشاعت سے بھی چھ ماہ قبل زبانی طور پر آپؑ کا دعویٰ مشہور ہو چکا تھا اور اس کی مخالفت بھی شروع ہو چکی تھی۔ اور یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یہ خط غامدی صاحب کے علم میں بھی ہے کیونکہ وہ اسی ویڈیو میں اس کے ایک فقرے کا حوالہ دیتے ہیں اور وہ فقرہ یہ ہے:

اور میں نے سنا ہے کہ ان لوگوں نے کچھ دبی زبان سے کافر کہنا شروع کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ ایک بڑے امر کو ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ (مکتوباتِ احمدؑ۔ جلد 2، صفحہ 93)

7۔ یہ حقائق بہت واضح ہیں لیکن شاید کوئی صاحب یہ اعتراض کریں کہ یہ تمام حوالے تو جماعت احمدیہ کے لٹریچر سے دیئے گئے ہیں۔ اس لئے احتیاطاً ایک حوالہ مخالفین کے لٹریچر سے دینا مناسب ہو گا۔ ہماری گذارش ہے کہ اس غرض کے لئے جماعت احمدیہ کے چوٹی کے مخالف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر 1، جلد نمبر 13 کو ملاحظہ فرمالیں۔ یہ شمارہ اور اس کے بعد کے کئی شمارے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت اور آپؑ کے خلاف فتووں سے بھرے ہوئے ہیں۔ اس شمارے کے صفحہ 13 پر مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے حضرت حکیم نور الدین صاحب کے نام اپنا ایک خط شائع کیا ہے۔ یہ خط 10 فروری 1891ء کو لکھا گیا تھا۔ اور اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس دعوے کے متعلق مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب زہر فشانی کر رہے ہیں۔ اور اس سے پہلے انہوں نے تحریر کیا ہے کہ اس خط سے قبل وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان کے دعاوی کے بارے میں خطوط لکھ چکے ہیں۔ اس سے واضح ہے کہ فروری 1891ء سے کافی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس دعوے کی خبر مشہور ہو چکی تھی۔ اور فروری میں تو مباحثوں کے چیلنج تک نوبت آ چکی تھی۔ اس پس منظر میں یہ دعویٰ کس طرح کیا جا سکتا ہے کہ جنوری 1891ء کے آخر تک نعوذ باللہ حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ بانی سلسلہ کو آمادہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ مناسب ہو گا کہ آپؑ مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کر دیں اور آپؑ آمادہ نہیں ہو رہے تھے۔

یہ نظریہ پہلی مرتبہ پیش نہیں کیا گیا بلکہ پہلے بھی کئی مرتبہ اس قسم کے خیالات بیان ہوتے رہے ہیں۔ لیکن اگر تمام اعتقادی پہلو پیش نظر نہ ہوں تب بھی تاریخی حقائق مکمل طور پر اس نظریہ کی تردید کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ بات حیران کن ہے کہ ان واضح حقائق کی موجودگی میں اس قسم کے نظریات کو کن بنیادوں پر پیش کیا جا رہا ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کی گئی تھی کہ کسی نظریہ کو صحیح یا غلط قرار دینے سے پہلے یہ جائزہ لینا ضروری ہوتا ہے کہ جن حقائق کی بنیاد پر وہ نظریہ پیش کیا جا رہا ہے، وہ بیان کردہ حقائق درست ہیں بھی یا نہیں۔ جب یہ حقائق ہی درست نہیں تو ان کی بنیاد پر پیش کردہ نظریہ کس طرح درست ہو سکتا ہے؟

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 11 اگست 2020ء)

قسط ہشتم

دعوت الی اللہ میں حکمت کے تقاضے

بیان فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

’’اللہ ایک نعمت ہے۔نعمت کی طرف بلانے کے نتیجہ میں لوگوں کو غصہ تو نہیں آیا کرتا۔ہاں نعمت کو اگر انسان اپنی ذات میں سمیٹ کر بیٹھ جائے اور اس پر قبضہ کر لے اور یہ کہہ دے کہ یہ نعمت کسی اور کے لئے نہیں ہے صرف میرے اور میرے عزیزوں کے لئے ہے تو پھر لازماً فساد پیدا ہوتا ہے لیکن یہاں تو دعویٰ کا آغاز ہی یہ کہہ کر کیا گیا ہے کہ دنیا کو اس نعمت کی طرف بلاؤ اور کہو یہ صرف ہماری ہی نہیں یہ تمہاری بھی ہے۔یہ تمہارے اور ہمارے درمیان قدر مشترک ہے،ہم اکیلے اس کے حقدار نہیں ہیں تم بھی آؤ اور اس میں شریک ہو جاؤ۔اس اعلان کے بعد پھر فساد کیوں؟ ...

تو ایک اور وجہ نظر آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ نہ پانے والوں کے پاس نہ صرف یہ کہ خدا نہیں بلکہ وہ عملاً خدا کی ہستی کے قائل ہی نہیں رہے۔ان کو جب کسی خدا کے تصور کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ کچھ چیزوں سے محروم ہو جانے کے خیال سے ڈر جاتے ہیں۔یعنی خدا کی نعمت پر راضی نہیں بلکہ خدا کے نام پر اپنی سرداریوں پر راضی ہیں،خدا کی سرادری پر راضی نہیں۔بلکہ خدا کے نام پر اپنی لیڈر شپ قائم کرنے کے نتیجہ میں وہ مطمئن ہیں۔ان کے لئے خدا بحیثیت نعمت کوئی وجود نہیں رکھتا بلکہ وہ نعمتیں اپنی ذات میں اہمیت رکھتی ہیں جو خدا کے نام پر دنیا سے حاصل کرتے ہیں اور جب خدا کی طرف بلانے والے آتے ہیں تو وہ یہ محسوس کرتے ہیں کہ خدا کی نعمت تو فی ذاتہ کوئی چیز نہیں ہے اس میں تو ہمیں کوئی دلچسپی نہیں۔ہاں خدا کا نام لے کر یا خدا نام لینے والوں میں ہمیں شمار کرنے کے نتیجہ میں دنیا ہمیں نعمتیں عطا کرتی ہے،ہماری سرداریوں کو قبول کرتی ہے،جتھے میں ہمارے پیچھے چلتی ہے،ان کی دولتیں ہماری راہ میں قربان کی جاتی ہیں لیکن یہ بلانے والا ایک ایسی فرضی نعمت کی طرف بلا رہا ہے جس کے نتیجہ میں ہماری ٹھوس ظاہری دنیاوی نعمتیں ہمارے ہاتھوں سے نکل جائیں گی۔‘‘

(خطباتِ طاہرؒ۔جلد دوم، 146-147)

شعبہ تبلیغ جماعت احمدیہ کینیڈا

جرم اور گناہ

مکرم سید قمر سلیمان صاحب وکیل وقفِ نو ربوہ

انسان بحیثیت ایک معاشرتی جانور کے اس بات کا پابند ہے کہ وہ جس معاشرے میں رہتا ہو اس کے بعض اصول اور ضوابط کی پابندی کرے۔

یہ معاشرہ دورِ حاضر سے قبل مختلف انداز میں کام کرتا تھا۔ کہیں قبائلی نظام کی صورت میں جہاں تمام قبیلہ ایک سردار کی زیر سرپرستی اکٹھا رہتا تھا اور قبیلے کی حفاظت اور سہولت کے لئے بعض ایسے قواعد اپنائے گئے تھے جس پر عمل کرنا ضروری تھا۔ آج بھی دنیا میں ایسے قبائلی معاشرے گرچہ کم ہیں مگر موجود ہیں۔

ان قواعد میں اہم بات قبیلے کے مفاد کی خاطر اپنا مفاد قربان کرنا ہوتا تھا۔ اور اکثر قبیلوں میں سردار مطلق العنان حکمران کی بجائے ایک ایسا لیڈر ہوتا تھا جو قبیلے کے سمجھدار لوگوں سے مشاورت کے بعد کوئی فیصلہ کرتا ہے۔

معاشرتی ترقی کے دور میں آہستہ آہستہ قبائلی نظام کے محدود ہونے کے باعث جب کہ علاقائی توسیع کی وجہ سے کئی قبائل ایک نظام حکومت کے تابع رہنے لگے تو بادشاہت کا نظام مضبوط ہونے لگا اور مطلق العنان بادشاہوں نے وسیع رقبہ پر اپنی مملکت قائم کرنی شروع کر دی۔ ان حکومتوں میں بادشاہ کے پاس وسیع تر اختیارات تھے اور وہ زمین پر خدا کا نمائندہ تصور کیا جاتا تھا۔ بادشاہ کے منہ سے نکلا ہوا لفظ قانون تھا اور عوام الناس بیچارے بے بس تھے۔ بادشاہ کے سامنے چوں نہ کر سکتے تھے۔ یہ نظام تقریباً بیسویں صدی تک دنیا میں پوری طاقت سے رائج رہا۔

اس نظام کے ذمہ داروں کو نہ صرف مذہبی راہنماؤں کی تائید حاصل تھی بلکہ وہ اس کا ایک مضبوط بازو تھے۔ عوام الناس چونکہ مذہب سے متاثر ہیں اس لئے مذہبی راہنماؤں کو بادشاہوں کے دربار میں بڑی بڑی کرسیاں ملتی تھیں اور وہ بعض قوانین جو مذہب سے متعلق تھے ان کو رائج کروانے میں بادشاہوں کی راہنمائی کرتے تھے۔

اس سے قبل قبائلی نظام میں بعض ایسی باتیں جائز سمجھی جاتی تھیں جن پر مذاہب نے پابندی لگا دی تھی مثلاً Incest یا محرم رشتے داروں کی آپس میں شادیاں یا قدرتی آفات سے بچاؤ کے لئے انسانی جان کی قربانی وغیرہ مگر چونکہ مذاہب نے ایک ضابطۂ اخلاق مہیا کیا اور ان ظالمانہ روایات کی دنیا سے ختم کرنے کی کوشش کی گئی جس کے لئے مذہبی راہنماؤں کو بادشاہوں کی اور بادشاہوں کو مذہبی راہنماؤں کی ضرورت تھی۔ چنانچہ ریاست کے یہ دو بڑے ستون تھے جو عوام الناس پر حکومت کر کے ان کی درست یا غلط راہنمائی کے ذمہ دار تھے۔

اٹھارہویں صدی میں دنیا نے ایک نیا رخ موڑا اور انقلاب فرانس کے بعد آہستہ آہستہ بادشاہت کا خاتمہ ہونا شروع ہوا اور جمہور کی حکومت متعارف ہوئی۔ اس کا بنیادی اصول اکثریت کی بنیاد پر حکومت کرنا ہے اور آج کل یہی طریق دنیا میں رائج ہے۔ اس طرزِ حکومت سے جہاں شہنشاہیت کا خاتمہ ہوا وہاں مذہبی روایات کا بھی خاتمہ ہونا شروع ہوا اور خصوصاً موجودہ سائنسی ترقی کے زمانہ میں خالق اور مخلوق کا رشتہ بالکل ہی ختم ہو گیا۔

نئے طرزِ حکومت میں جرم کی نوعیت بھی تبدیل ہو گئی۔ کیونکہ نئے حالات میں نئے قوانین متعارف ہوئے۔ مثلاً نقل و حمل کے لئے نت نئی ایجادات سامنے آئیں اور عوام کی سہولت کے لئے ایک مخصوص سمت چلنے کے قوانین بنے۔ بعض ممالک میں ٹریفک دائیں ہاتھ اور بعض ممالک میں بائیں ہاتھ پر چلتی ہے۔ اگر کسی ایسے ملک مثلاً برطانیہ میں جہاں ٹریفک بائیں ہاتھ چلتی ہے آپ کار دائیں ہاتھ پر چلائیں تو یہ جرم ہے۔ لیکن اگر فرانس میں بائیں ہاتھ پر چلائیں تو یہ جرم ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جرم ایک نسبتی چیز ہے۔ کسی ملک میں ایک جرم دوسرے ملک میں ایک اچھی بات شمار ہو سکتی ہے۔ مثلاً یورپ کے بعض ممالک میں حجاب کا استعمال جرم قرار دیا گیا ہے جب کہ مسلمان ممالک میں یہ ایک اچھا رویہ سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ گناہ کا تعلق خالق کائنات کی نافرمانی سے ہے۔ جس کا حساب اِس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی لیا جا سکتا ہے۔ بعض جرائم کا تعلق اخلاقیات سے ہے اور یہ وہ جرائم ہیں جہاں مذہب اور ریاست ایک سوچ کے حامل ہوتے ہیں مثلاً چوری کرنا۔ دھوکہ دہی۔ قتل اور غیر قانونی جنسی تعلقات وغیرہ گناہ بھی ہیں اور جرائم بھی۔ تو جرم کا تعلق کسی ملک کے قوانین کو توڑنے سے جب کہ گناہ کا تعلق خدا تعالیٰ کے بیان فرمودہ قوانین کو توڑنے سے ہے۔

حضرت بانی جماعت احمدیہ نے گناہ کے حوالہ سے فرمایا ہے کہ گناہ چونکہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کو کہتے ہیں اس لئے اس کی مثال ایسی ہے جیسے مثلاً کوئی درخت ہو جو زمین سے ناطہ توڑ لے جس کے نتیجہ میں پانی اور نمکیات جذب ہونا بند ہو جائیں گے اور وہ سرسبز درخت خشک ہو کر محض جلانے کے کام آئے گا۔ چنانچہ اگر خدا تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے تو اس حی و قیوم ہستی سے تعلق جوڑنا ہی دراصل زندگی کی ضمانت ہے۔ ورنہ انسانیت سوکھے درخت کی طرح مرجھا کر رہ جائے گی۔

موجودہ سائنسی ترقی کے نتیجہ میں انسان میں ایک قسم کا ایسا تکبر پیدا ہوا ہے کہ وہ خالق ہی کا انکار کر بیٹھا ہے اور اس طرح دراصل گناہ اور ثواب کے خیال سے دور ہٹتا چلا گیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں اخلاقیات سے تعلق رکھنے والے جرائم جن کی بنیاد مذہب پر یقین تھی آہستہ آہستہ سوکھنا شروع ہوئی اور اخلاقیات کا درخت خشک ہونے لگا ہے۔ مثلاً موجودہ دور میں لذات کے حصول کے لئے کھلے عام جنسی تعلقات کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور بعض مغربی ممالک میں تو ہم جنس پرستی کو قانونی تحفظ دے دیا گیا ہے جو پہلے ایک جرم شمار ہوتا تھا۔ اب یہ گناہ تو ہے لیکن ان ممالک میں جرم نہیں اور وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے وجود سے ہی منکر ہیں ان کے نزدیک گناہ کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ اس بات کو مزید آگے بڑھائیں تو اگر گناہ کچھ نہیں تو پھر نیکی بھی کوئی چیز نہیں رہتی۔ اس طرح اخلاقیات کا سارا تانا بانا ٹوٹ پھوٹ جاتا ہے۔

مذہب چونکہ انسان کو ایک ایسی ہستی کی طرف بلاتا ہے جو نہ

صرف کائنات کی خالق ہے بلکہ اس کا نظام چلانے کی ذمہ دار ہے اس لئے اس کی طرف سے موصول ہونے والے احکامات ہر وقت انسان کے مدنظر رہنے چاہئیں۔ دنیا میں کوئی سائنس یا فلسفہ ایسا نہیں جو انسان کی سوچ پر نظر رکھے۔ اگر ایک شخص اپنے رہن سہن میں قابلِ قبول ہے تو وہ معاشرے میں قابلِ قبول ہوتا ہے خواہ سوچ میں کیسا ہی بدکردار کیوں نہ ہو اور جب سوچ پر کنٹرول ختم ہو جائے تو ایک حصہ معاشرے کا ضرور ایسا نکلتا ہے جو منفی کاموں پر تل جاتا ہے۔ اس کی مثالیں روزمرہ ہمیں معاشرے میں نظر آتی ہیں۔ چنانچہ مذہب نہ صرف عمل کی بلکہ سوچ کی بھی راہنمائی کرتا ہے۔ اور انسان کو رجحانات سے محفوظ رکھتا ہے مثلاً انانیت جرم نہیں لیکن گناہ ہے۔ اسی طرح تکبر جرم نہیں لیکن گناہ ہے۔ بدگمانی، بدظنی، غیبت، حسد وغیرہ کے ذہنی رجحانات کسی بھی دنیوی قانون کے مطابق جرم نہیں لیکن مذاہب کے تعلیمات میں یہ گناہ شمار ہوتے ہیں۔

مذہب کا دوسرا پہلو محبت اور ہمدردی کا قیام ہے مذہب کے علاوہ کوئی اور فلسفہ محبت کا درس تو دے سکتا ہے لیکن دل میں اسے جاگزیں نہیں کر سکتا۔ اگر تو کوئی ایسی ہستی موجود ہی نہیں جس نے کائنات کو پیدا کیا تھا پھر محبت اور ہمدردی ایک بے معنی چیز بن جاتے ہیں۔ اگر انسان اس دنیا میں اتفاقاً آیا اور ختم ہو گیا اور اس کا کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا تو وہ انسان بے وقوف سمجھا جائے گا جو محبت اور ہمدردی اور قربانی کی بات کرے بلکہ بہتر یہ ہوگا کہ وہ اس چندروزہ دنیا سے لطف اٹھا کر رخصت ہو۔

چنانچہ اگر ہم مذہب کو انسانی سوچ سے نکال دیں تو معاشرے کا سارا نظام درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اگر گناہ کوئی چیز نہیں تو پھر نیکی بھی کوئی چیز نہیں رہتی۔ پھر مشکل وقت میں دعا کا خانہ بھی خالی رہ جاتا ہے بقول جان ایلیا بڑا بے آسرا پن ہے سوچپ رہ۔ نہیں ہے یہ کوئی مژدہ خدا نہیں۔

آج اگر ہم جنس پرستی کو قانونی حیثیت حاصل ہو گئی ہے تو کل محرم رشتہ داروں سے شادی کا قانون بھی رائج ہو سکتا ہے۔ پرسوں لذت کے حصول کے لئے ڈرگز (Drugs) کو بھی قانونی حیثیت حاصل ہو سکتی ہے۔ (جو بعض ممالک میں حاصل ہو رہی ہے) اس کے بعد کم عمر لڑکیوں یا لڑکوں سے تعلقات استوار کرنے کی اجازت بھی مل جائے گی جو فی الحال ایک بڑا جرم شمار ہوتا ہے اور انسان کی اخلاقی پستی کی کوئی انتہا نہیں رہے گی۔

اب مذہب سے دُوری کے باعث ایسے سوال اٹھ رہے ہیں جو اخلاقیات سے متصادم ہیں مثلاً Mercy killing یعنی بڑے بوڑھوں کو جو زندگی میں کسی کام کے نہیں رہے بلکہ تکلیف میں ہیں، انہیں مار دینا بہتر ہے۔ یا فاسٹر مدرز (Faster mothers) کے ذریعہ ٹیسٹ ٹیوب بچوں کی پیدائش وغیرہ یہ تمام پہلو قابلِ غور ہیں اور جب تک انسان ایک قادر اور حی و قیوم خدا سے اپنا تعلق نہ جوڑے معاشرہ تنزل کے عمیق گڑھے میں گرتا چلا جائے گا۔

(روزنامہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 20 اگست 2020ء)

چندہ تحریک جدید

"تم خوشی اور بشاشت سے آگے بڑھو اور تحریک جدید کے چندہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لو تا دنیا میں اشاعتِ اسلام ہو سکے۔"

(خطبات محمودؓ۔ فرمودہ خطبہ جمعہ 27 نومبر 1953ء، بمقام ربوہ، جلد 34، صفحہ 327)

عزیزہ دُرِّشہوار سلمہا

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم شاہد احمد صاحب اور محترمہ صباحت سلطانہ صاحبہ مسس ساگا جماعت کو ایک بیٹی اور دو بیٹوں کے بعد 21/ اگست 2020ء بروز جمعۃ المبارک دوسری بیٹی عطا فرمائی ہے۔ الحمدللہ! اس بچی کا نام "دُرِّشہوار" تجویز ہوا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے وقفِ نو کی مبارک سکیم میں شامل ہے۔

عزیزہ دُرِّشہوار سلمہا مکرم غلام احمد عابد صاحب (معاون احمدیہ گزٹ کینیڈا، رضاکار شعبہ وصایا کینیڈا، ہیومینٹی فرسٹ کینیڈا) اور محترمہ زاہدہ قدسیہ صاحبہ وان نارتھ جماعت کی پوتی اور مکرم زاہد احمد عابد صاحب مربی سلسلہ کیلگری کی بھتیجی ہے۔ مکرم احمد مقصود چوہدری صاحب اور محترمہ نصیرہ سلطانہ صاحبہ وان نارتھ جماعت کی نواسی ہے۔

احباب جماعت سے نومولودہ عزیزہ دُرِّشہوار سلمہا کی درازیٔ عمر، خادمہ دین اور خلافت کے فدائی ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

معلومات درکار ہیں

خاکسار اپنے ماموں مکرم خالد محمود شرما صاحب، مسس ساگا کینیڈا کے ساتھ مل کر اپنے خاندان کے درج ذیل بزرگوں کے حالات پر مشتمل کتاب مرتب کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ انشاء اللہ العزیز

☆ حضرت شیخ عبدالرحیم شرما رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

☆ فرزندان حضرت شیخ عبدالرحیم شرما رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ مکرم مولانا عبدالکریم شرما صاحب، سابق مبلغ سلسلہ ایسٹ افریقہ

☆ مکرم میجر عبدالحمید شرما صاحب، سابق اسسٹنٹ پرائیوٹ سیکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ۔ جنہیں وقفِ جدید کے تحت مٹھی تھرپارکر سندھ میں دینی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔

☆ مکرم شیخ عبدالرشید شرما صاحب، سابق امیر اضلاع سکھر، شکارپور، جیکب آباد، گھوٹکی

☆ مکرم عبداللطیف شرما صاحب، سابق صدر حلقہ گاڑی کھاتہ حیدرآباد، سندھ، سابق قاضی دارالقضا بورڈ کینیڈا

☆ مکرم عبدالحفیظ شرما صاحب، شکارپور، سندھ

شہدائے احمدیت

☆ مکرم مبارک احمد شرما صاحب شہید، ابن شیخ عبدالرشید شرما صاحب، شکارپور، سندھ

☆ مکرم مظفر احمد شرما صاحب شہید، ابن شیخ عبدالرشید شرما صاحب، شکارپور، سندھ

احباب جماعت کی خدمت میں درخواست ہے کہ از راہِ کرم مندرجہ بالا کسی بھی شخصیت کے بارہ میں اگر آپ کے پاس معلومات ہوں تو بذریعہ تحریر، آڈیو فائل یا براہِ راست رابطہ کر کے خاکسار تک پہنچا دیں۔ اس اہم کام میں علمی اور عملی معاونت پر خاکسار آپ کا بے حد شکر گزار اور ممنون احسان ہوگا۔ رابطہ کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

☆ خاکسار، کاشف محمود ورک، مبلغ سلسلہ سویڈن
ای میل kashif10virk@gmail.com
فون یا واٹس ایپ 0046704231701

☆ خالد محمود شرما، مسس ساگا کینیڈا
ای میل:
khalidmahmoodsharma@gmail.com
فون یا واٹس ایپ 0016477010144

جزاکم اللہ احسن الجزا

پنجاب اسمبلی کا نیا بل 2020ء

مکرم جمیل احمد بٹ صاحب کراچی

22 جولائی 2020ء کو پنجاب اسمبلی نے تحفظِ بنیادِ اسلام کے نام پر ایک بل پاس کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ پنجاب میں شائع ہونے یا یہاں لائی جانے والی ہر کتاب (بشمول ڈیجیٹل) میں آنحضرت ﷺ کے نام کے ساتھ خاتم النبیین لکھنا ضروری ہوگا۔ اور آپؐ، اہلِ بیت، خلفائے راشدین، اصحابِ رسولؐ اور امہات المومنین رضوان اللہ اجمعین۔ نیز انبیا کرام، فرشتوں، قرآن مجید، زبور، تورات، انجیل اور دین اسلام کے بارہ میں توہین آمیز الفاظ کا استعمال قابل گرفت ہوگا۔ اور کسی قابل اعتراض مواد کی اشاعت قابل سزا جرم (پانچ سال تک قید اور پانچ لاکھ روپے تک جرمانہ) ہوگا۔

یہ تو نہیں بتایا گیا کہ ظہورِ اسلام پر ڈیڑھ ہزار سال گزرنے کے بعد پنجاب میں اچانک ایسا کیا ہوا کہ اسلام کی بنیادوں کو تحفظ کی ضرورت پڑ گئی۔ عدم ضرورت کے علاوہ یہ بل درج ذیل جہات سے بھی محل نظر ہے۔

☆ توہین کا معاملہ

محترم ہستیوں میں ممتاز ترین انبیا کرام ہیں۔ جن کے خلاف ان کے مخالفین کا توہین آمیز الفاظ استعمال کرنے کا قرآن کریم ایک امر واقعہ کے طور پر ذکر کرتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

ترجمہ: وائے حسرت بندوں پر! ان کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر وہ اس سے ٹھٹھا کرنے لگتے ہیں۔ (سورۃ یٰس 31:36)

انبیا کی توہین بڑا جرم ہے اور اس کی سزا یہ مجرم دنیا میں بھی پاتے ہیں اور آخرت میں بھی جہنم ان کا مقدر ہوگا۔ لیکن قرآن کریم نے اس کے لئے کوئی حد مقرر نہیں فرمائی ہے۔ ہاں مومنوں کو ایسی صورت حال میں دو حکم دئے ہیں۔

ایک یہ کہ: (ترجمہ) جب تم سنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے یا ان سے تمسخر کیا جا رہا ہے تو ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھو یہاں تک کہ وہ اس کے سوا کسی اور بات میں مصروف ہو جائیں۔

(سورۃ النسا 141:4)

یعنی ایسی مجالس (جن میں آج کی ویب سائٹس اور ویڈیو کلپس شامل ہیں) سے دور رہا جائے۔

اور دوسرے یہ کہ: (ترجمہ) اور تم ان کو گالیاں نہ دو جن کو وہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں ورنہ وہ دشمنی کرتے ہوئے بغیر علم کے اللہ کو گالیاں دیں گے۔ (سورۃ انعام 6: 109)

یعنی مومن اپنی زبان پاک رکھیں۔ اور خود مذہب کے نام پر کسی کو یہاں تک کہ بتوں کو بھی برا نہ کہیں۔

اسی تعلیم کے مطابق آنحضرت ﷺ اور خلفائے راشدین نے ایسے گستاخوں سے اس وقت تک درگزر کیا جب تک انہوں نے بغاوت نہ کی۔

مخالفین کی لاعلمی کے سبب پیدا ہونے والے اس ناپسندیدہ رویہ کی اصلاح کے لئے وقت کے امام نے آنحضرت ﷺ کی سیرتِ مبارکہ کی اشاعت اور اسے عام کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اسی طرح صحابہ کرامؓ، امہات المومنینؓ اور خلفائے راشدینؓ کی سیرت کو عام کرنا ان کے بارے غلط فہمیوں کے ازالہ کا علاج ہے۔ عزت و احترام دل سے پیدا ہوتا ہے اور تادیبی کاروائیوں سے اس کی نشو ونما ہو سکنا خام خیالی ہے۔ اگر دل ویسے ہی نفرت سے پُر رہیں اور صرف کاغذ پر اس کا اظہار نہ ہونے دیا جائے تو کیا حاصل؟۔

☆ دوسرا معاملہ تحفظ کا ہے

دین کی اساس قرآن کریم ہے جس کی حفاظت کو اللہ نے خود اپنے ذمہ لیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

(ترجمہ) یقیناً ہم نے ہی یہ ذکر اتارا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ (سورۃ الحجر 10:15)

حفاظت کے اس اعلیٰ ترین انتظام کے ہوتے ہوئے اسلامی عقائد کے تحفظ کے نام پر قانون سازی اور انجمنوں کے قیام کی اغراض سیاسی اور معاشی تو ہو سکتی ہیں مگر دینی نہیں۔ کیا ایسا کرنے والے انگریزی مثل More loyal than the king کے مطابق خود کو بادشاہ سے زیادہ وفادار ثابت کرنا چاہتے ہیں؟

☆ ریاستی مداخلت

ریاست کا رعایا کے مذہبی معاملات میں بلا جواز دخل اندازی کا یہ بل پستی کے اس راستہ پر ایک اور بڑی جست ہے جس کا راستہ میں قرآن کریم کی اس بنیادی تعلیم کی نفی کرتے ہوئے کھولا گیا تھا کہ:

(ترجمہ) دین میں کوئی جبر نہیں۔ (سورۃ البقرۃ 2: 257)

قرآن کریم کی یہ روشن تعلیم اُن اعلیٰ اصولوں کی پروردہ ہے کہ دین میں کوئی، یہاں تک کہ خود آنحضرت ﷺ داروغہ نہیں۔ ذمہ داری بات پہنچا دینے کی حد تک ہے۔ ماننا یا نہ ماننا سننے والے پر موقوف ہے۔ ہر ایک خود اپنے اعمال کا جوب دہ ہوگا اور کوئی جان کسی دوسری جان کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔ اختلاف کرنے والوں کا دین ان کے لئے ہے اور ہمارے لئے ہمارا دین۔

ریاست کی لوگوں کے مذہب سے لاتعلقی اب ایک مسلمہ اصول ہے۔ اس اصول کی خلاف ورزی سے مسائل بجائے حل ہونے کے اور بگڑتے ہیں۔ اس حقیقت کا ادراک اس امر کا متقاضی ہے کہ پہلے ہونے والی غلطیوں کی اصلاح کی جائے نہ کہ ویسی ہی اور نئی غلطی۔

☆ افہام و تفہیم (Dialogue)

یہ بل اختیار کے بل پر اختلاف کو دبانے کی کوشش ہے۔ جب کہ قرآن کریم بات چیت کی حوصلہ افزائی فرماتا ہے اور اپنے مخالفین سے بھی دلیل کا سوال کرتا ہے۔ جیسا کہ مختلف پس منظر میں چار بار فرمایا:

(ترجمہ) تو کہہ کہ اپنی کوئی مضبوط دلیل تو لاؤ اگر تم سچے ہو۔

(سورۃ البقرۃ 112:2)

نیز دلیل سے جیت کو زندگی اور اس سے ہار کو موت سے تعبیر کرتا ہے جیسا کہ فرمایا:

(ترجمہ) تا ہلاک ہو جو ہلاک ہوا دلیل کے ساتھ اور زندہ رہے جو زندہ رہا دلیل کے ساتھ۔ (سورۃ الانفال 8: 43)

پس مسئلہ کا حل اس قسم کی قانون سازی نہیں بلکہ مذکورہ قرآنی تعلیم پر عمل ہے۔ یعنی ملک بھر میں عوام وخواص کا کھلے دل کے ساتھ اختلاف رائے کو برداشت کرتے ہوئے افہام وتفہیم کو راہ دینا۔ ریاست کے تمام ستون، عمالِ حکومت، مقنّنہ، عدلیہ اور میڈیا اس بارہ میں حساس ہونا۔ مختلف نقطہ ہائے نظر کو برداشت کرنے کا عملی مظاہرہ کرنا۔ دوسروں کے مقدسین کا نام کم از کم عام تہذیبی اصولوں کے مطابق بلا توہین لینا۔ ہر مذہبی معاملہ پر بات چیت Dialogue کی راہ کھلی رکھنا اور عدم برداشت کے ہر اظہار کو اجتماعی طور پر معیوب اور ناپسندیدہ سمجھا جانا اور اس پر پرسش اور باز پرس ہونا۔ یہ سب ہونے سے ہی خوشگوار بقائے باہمی ممکن ہے۔

☆ کتاب کی بندش؟

اس بل پر عمل درآمد کتب کو محدود کر دے گا۔ جتنی درسی، تاریخی یا مذہبی کتب اس وقت پنجاب میں گھروں، لائبریریوں اور کتب فروشوں کے پاس موجود ہیں ان میں لکھے گئے مقدس نام پورے طور پر بل کے مطابق نہیں ہیں اور قابلِ گرفت ہیں۔ نئے ایڈیشن شائع ہونے تک عملاً قانون کے مطابق کوئی کتاب دستیاب نہیں ہوگی۔ نئے ایڈیشن بھی صرف ان کتابوں کے ہی ممکن ہوں گے جو پاکستان میں طبع ہوئیں۔ غیر ملکی ناشران قوانین کی پابندی کرنے سے رہے۔ اور یوں وہ سب کتب آئندہ پنجاب میں دستیاب نہیں ہوں گی۔ اور یوں فروغ علم کی یہ بنیادی راہ محدود بلکہ مسدود ہوجائے گی۔ قرآن کریم نے اپنے ماننے والوں کو پہلا حکم اقرا یعنی پڑھنے کا دیا تھا۔ یوں تو پہلے ہی اس حکم پر عمل کم ہے اب اس بل سے اس کے کم تر ہوجانے کا خطرہ پیدا ہوگیا ہے۔

☆ بوتل کا جن

اس بل پر ڈان کے ایک صحافی کے اس تبصرے ''اگر احمدیوں کو کافر نہ قرار دیا جاتا تو تحفظِ بنیادِ اسلام جیسے احمقانہ بل کی نوبت نہ آتی۔'' (مبشر زیدی کا ٹوئٹ میسج)

اور سوشل میڈیا پر گردش کرتی متاثرہ مسلک کے علماء کے ناراض ویڈیو کلپس نے اس امکان کا حقیقت ہونا ثابت کر دیا ہے جس کی طرف حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے 1974ء میں اشارہ کیا تھا ''کہ یہ معاملہ یہیں نہیں رکے گا اور دوسرے فرقے بھی اس کی زد میں آئیں گے۔'' جب بوتل میں بند قانون کے نام پر لاقانونیت کے اس جن کو باہر نکالنے کی کوشش ہو رہی تھی۔ وہ وقت تھا کہ تمام اہلِ دانش اس کی روک تھام کرتے۔ اس وقت سب نے اس اسلامی تعلیم کو نظر انداز کر دیا کہ:

کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ (سورۃ المائدہ 9:5)

نیز یہ کہ برائی کا ساتھ نہ دیا جائے اور اس کو روکا جائے ہاتھ سے، زبان سے یا کم از کم دل میں اسے برا سمجھا جائے۔

نتیجہ یہ کہ آج ایسا کرنے والوں میں شامل ایک فریق کی باری آ گئی ہے۔ اب بھی اگر یہی رویہ اپنایا گیا تو تو کل کسی اور کا نمبر آ جائے گا۔ برائی سے لاتعلقی اس کو پنپنے میں ممد و مددگار ہوتی ہے اور سب ذمہ دار ٹھہرتے ہیں۔

وہ عشق جو تیرا مجھے دیوانہ بنا دے

مکرم ارشد علی چوہدری صاحب، مارکھم

دل میں مرے وہ عشق کی اِک شمع جلا دے
وہ عشق جو تیرا مجھے دیوانہ بنا دے

دل وہ دے جو تیرا ہی ہو، اک در کا سوالی
پھر اس کو تو ہر غیر سے بیگانہ بنا دے

وہ دل جو تری یاد میں ہر دم رہے ڈوبا
دل ایسا، سوا تیرے وہ ہر بات بھلا دے

یہ دل رہے تیرے ہی بس اذکار کا مسکن
اس میں سے سبھی غیر کے افکار مٹا دے

وہ لطف عبادت کا ہمیں تو ہی عطا کر
جو ذات کا تیری ہمیں مستانہ بنا دے

اس شمع خلافت پہ فدا ہوں یہ تڑپ ہے
اس شمع خلافت کا تو پروانہ بنا دے

دل میں ہو مرے تجھ سے ہی ملنے کی لگن بس
اس دل کو فقط اپنا ہی مستانہ بنا دے

ارشدؔ رہے تا زیست خلافت کا فدائی
''دیوانوں کی فہرست میں اک نام بڑھا دے''

بقیہ از اعلانات

17 ستمبر کو مسجد بیت الحمد مسی ساگا میں سات بجے مکرم صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مسی ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کی تدفین ربوہ میں ہوئی۔

مرحوم ایک مخلص احمدی تھے۔ جماعت کی خدمت کے لئے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ ان کی صاحبزادی 1989ء میں چک سکندر، گجرات میں شہید کر دی گئی تھیں۔ آپ نیک، صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، ہمدرد و خیر خواہ، خلیق اور ملنسار تھے۔ مرحوم کا خلافت کے ساتھ صدق ووفا کا تعلق تھا۔

مرحوم نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ ارشاد بیگم صاحبہ، تین بیٹے مکرم اشتیاق احمد صاحب پاکستان، مکرم اخلاق احمد صاحب پاکستان، مکرم غالب احمد صاحب پاکستان، دو بیٹیاں محترمہ طلعت پروین صاحبہ پاکستان، محترمہ نبیلہ ثانیہ صاحبہ ٹورانٹو ایسٹ، ایک بھائی مکرم عاشق احمد صاحب پاکستان، چار بہنیں محترمہ زرینہ بیگم صاحبہ ٹورانٹو ایسٹ، محترمہ پروین زاہد صاحبہ ٹورانٹو ایسٹ، محترمہ نسرین بیگم صاحبہ پاکستان اور محترمہ شمیم بیگم صاحبہ پاکستان یادگار چھوڑی ہیں۔

یاد رہے کہ حکومت کینیڈا کے جملہ قواعد وضوابط اور سماجی فاصلے کی شرائط کو برقرار رکھتے ہوئے نماز ہائے جنازہ اور قبرستان میں تدفین کے مواقع پر صرف چند اعزہ واقارب نے ہی شرکت کی۔

ادارہ مذکورہ بالا مرحومین کے تمام پسماندگان سے دلی تعزیت کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اِن مرحومین کے لواحقین اور عزیزوں کو صبر جمیل بخشے۔ اور اُن کی نیکیوں اور خوبیوں کو جاری وساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اُن کے ساتھ مغفرت اور بخشش کا سلوک فرمائے۔ آمین۔

حضرت خلیفۃ المسیح کا انتظار

مکرم ڈاکٹر مہدی علی قمر شہید

ہے فرشِ راہ سینہ اور بے قرار آنکھیں
آؤ جو میرے آقا تری راہ میں بچھائیں

مرا بے بساط دل اور تری دید کی تمنا
اب وصل کی یہ حسرت کب تلک چھپائیں

نماز کی ظاہری حالت اصل میں منشائے الٰہی کی تصویر ہے۔(حصہ اول)

حضرت مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''یادرکھوصلوٰۃ میں حال اور قال دونوں کا جمع ہونا ضروری ہے بعض وقت اعلام تصویری ہوتا ہے ۔(یعنی تصویری حالت پیدا ہوتی ہے۔ ایسی شکل پیدا ہوتی ہے جس کوتصویری شکل دی جاتی ہے:حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)ایسی تصویر دکھائی جاتی ہے جس سے دیکھنے والے کو پتا ملتا ہے کہ اس کا منشا یہ ہے۔ایسا ہی صلوٰۃ میں منشائے الٰہی کی تصویر ہے۔نماز میں جیسے زبان سے کچھ پڑھا جاتا ہے،ویسے ہی اعضاء وجوارح حرکات سے کچھ دکھایا بھی جاتا ہے۔جب انسان کھڑا ہوتا ہے اورتحمید وتسبیح کرتا ہے۔اس کا نام قیام رکھا۔اب ہر ایک شخص جانتا ہے کہ حمد وثنا کے مناسب حال قیام ہی ہے۔بادشاہوں کے سامنے جب قصائد سنائے جاتے ہیں تو آخر کھڑے ہوکر ہی پیش کرتے ہیں۔ تو اِدھر ظاہری طور پر قیام رکھا ہے اور ادھر زبان سے حمد وثنا بھی رکھی ہے۔مطلب اس کا یہی ہے کہ روحانی طور پر بھی اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑا ہو۔حمد ایک بات پر قائم ہوکر کی جاتی ہے۔جو شخص مصدق ہوکر کسی کی تعریف کرتا ہے تو وہ ایک رائے پر قائم ہوجاتا ہے۔اس **الحمدلِلّٰہ** کہنے والے کے واسطے یہ ضروری ہوا کہ وہ سچے طور پر **الحمدلِلّٰہ** اسی وقت کہہ سکتا ہے کہ پورے طور پر اس کو یقین ہوجائے کہ جمیع اقسام محامد کے اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔جب یہ بات دل میں انشراح کے ساتھ پیدا ہوگئی تو یہ روحانی قیام ہے۔''

(ملفوظات۔جلد اول،ایڈیشن 1984ء،صفحہ 433-434)

شعبہ تربیت جماعت احمدیہ کینیڈا

ڈھونڈو گے اگر ہمیں ملکوں ملکوں، ملنے کو نہیں، نایاب ہیں ہم

مکرم ڈاکٹر عمران احمد خاں صاحب فضل عمر ہسپتال ربوہ

مکرم عبدالحفیظ خاں صاحب

چند دن پہلے صدر شرقی گروپ کے دلکش نوٹس بورڈ پر ایک نہایت ہی محترم شخصیت کی تصویر دیکھی تو بچپن کے انمٹ نقوش ابھرتے چلے گئے۔ وہ انسان جو بے سرمایہ، لیکن انسانیت کا سرمایہ تھے وہ وجود جو بظاہر خوش پوش وخوش نمانہ سہی لیکن خدا نما تھے وہ فضا جو گرد آلود لیکن نیکیوں کی مہک سے رچی بسی تھی وہ دن جب اندر اور باہر کے دونوں ماحول پُرسکون ہوا کرتے تھے باہر سڑک سے گزرتی کسی لاری کا ہارن راستوں سے گزرتے تانگے کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز دفتر خزانہ میں دھرے وقت بتانے والے گھنٹے کی آواز اور تپتی دوپہر میں پہاڑی سے روڑی کوٹنے کی آوازیں جس کی ہر چوٹ میں رزق حلال کی گونج ہوتی تھی ماحول کے سکوت کو توڑتی تھیں۔ مہنگے داموں پریشانیاں خریدنے کے بجائے ان خوشیوں کی قدر ہوتی تھی جو مفت یا سستی مل جائیں بڑے نیکی اور دین کے کاموں میں آسودہ اور بچے کھیل کود اور دوستیوں میں مشغول ہمارے ہمسائے حفیظ صاحب جو حفیظ کمپوڈر کے نام سے معروف تھے صدر انجمن کے کوارٹرز میں رہنے والے اسی گلدستہ کے ایک پھول تھے جن میں سے ہر ایک کا ذکر اس اندر کے سکون کا ہی بیانیہ ہے۔ تعریف کے قابل ہیں یہ دیوانے جو امام وقت کے جلو میں اس بے آب و گیاہ بستی میں پُرعزم اور مطمئن تھے۔

آپ کے چچا حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پٹیالہ ہسپتال کے انچارج اور مہاراجہ پٹیالہ کے معالج تھے۔ 1918ء میں ورلڈ فلو کے دوران جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشویشناک طور پر بیمار ہو گئے اور آپؓ نے وصیت بھی لکھوادی تو ڈاکٹر صاحبؓ ایک نسخہ لے کر جو آپؓ کو خواب میں بتایا گیا تھا قادیان آئے اس انفلوائنزا پاؤڈر جس میں اسپرین، کیفین، سوڈا بائی کارب اور دارچینی کا پاؤڈر شامل تھے، کے استعمال سے حضورؓ کو کافی افاقہ ہوا۔ جب آپؓ نے واپس جانے کا کہا تو حضورؓ نے فرمایا کچھ دن ٹھہر جائیں۔ پھر عبدالرحیم درد صاحب کو مہاراجہ پٹیالہ کے پاس بھجوایا اور اجازت ملنے پر آپؓ مستقلاً قادیان کے ہو رہے۔ پہلے نور ہسپتال قادیان پھر نور ہسپتال ربوہ کے انچارج رہے تا آنکہ فضل عمر ہسپتال نے 1957ء میں کام شروع کر دیا۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذاتی معالج تھے۔ نیلے رنگ کی کار میں جسے نذیر ڈرائیور چلایا کرتے تھے آپؓ حضور کے ہمراہ ہوتے۔ حضرت اماں جان رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بھی اس گاڑی میں سفر کیا۔ آپؓ کے ایک بیٹے ڈاکٹر محمد احمد صاحب کو وقف کی روح سے تا وفات فضل عمر ہسپتال میں خدمت کی توفیق ملی۔ والد صاحب بارہا مجھے ان سے مشورہ کے لئے ہسپتال لے کر گئے۔ اس خاندان کے ذکر کے بغیر جماعت کے ہر دو مراکز کی طبی تاریخ ادھوری رہے گی جنھوں نے دنیاوی سہولتیں چھوڑ کر خدمت کے جذبہ کے تحت اسے اپنے خون پسینے سے سینچا۔ اسی بنا پر مکرم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منور احمد صاحب ان کا بہت احترام کرتے تھے اور خلفاء کی خوشنودی تو ان کے لئے تمغۂ افتخار تھا۔

حفیظ صاحب 1920ء میں جب آپ کی عمر چار سال تھی اپنے والد حافظ ملک محمد صاحبؓ اور چچا حشمت اللہ صاحبؓ کے ساتھ قادیان آ گئے۔

1930ء سے نور ہسپتال قادیان، نور ہسپتال ربوہ اور فضل عمر ہسپتال ربوہ میں تقریباً 55 سال بطور ڈسپنسر کمپاؤنڈر خدمت کی توفیق پائی۔ سادہ مزاج، طبیعت میں دھیما پن، بے ضرر، کسی لالچ سے عاری، محنتی وجود تھے۔ انہیں ہمیشہ ڈریسنگ روم میں نہایت عرق ریزی سے اپنے کام میں مصروف پایا۔ پٹیاں کر رہے ہیں مختلف کمپاؤنڈ ملا کر مکسچر تیار کر رہے ہیں۔ ترازو سے Grain اور گرام وزن کر کے پڑیاں اور مرہم تیار کر رہے ہیں۔ انہیں کبھی سٹول پر فارغ بیٹھے نہیں دیکھا اپنے کام پر عبور حاصل تھا۔ اس وقت پیٹنٹ (Patent) دوائیں بہت کم ہوتی تھیں اور اس فن کے یہ آخری علمبردار تھے جو ان کے ساتھ ہی رخصت ہو گیا۔

ہمارے تو فیملی ڈاکٹر تھے انہیں جب بھی گھر پر بلایا اپنے پرانے تعلق کی وجہ سے ہمارے نئے مسکن دارالرحمت میں بھی ضرور آئے۔ گلاس کی سرنج سوئیاں وغیرہ کپڑے میں لپیٹ کر ایک سٹیل باکس میں ڈال کر دیتے کہ اسے ابال لاؤ۔ ضرورت پڑنے پر ہماری معذور بہن سلمٰی کے دانت بھی انہوں نے گھر پر ہی آ کر نکالے، صابن اور پانی لا کر جب میں ان کے ہاتھ دھلاتا تو وہ رنگین ہی رہتے۔ میری حیرانی پر بتاتے کہ مختلف کیمیکل مرکب تیار کر کے یہ اب ایسے ہی ہو گئے ہیں۔ اپنے سامان کا تھیلا لٹکائے جب میں انہیں اپنی سواری پر جسے وہ اپنی کمزور صحت اور بڑھاپے کی وجہ سے بمشکل کھینچ رہے ہوتے تھے حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے آتے جاتے دیکھتا تو ایسا لگتا جیسے عشق کی دشوار گزار اور لمبی راہ کا سفر سائیکل پر طے کر رہے ہوں اور ذہن 'اوکھے نیں پینڈے، لمیاں نیں راہواں عشق دیاں' کا مفہوم سمجھ جاتا تھا۔

حفیظ صاحب نے 2008ء میں ربوہ میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ میں آسودۂ خاک ہیں۔

حفیظ صاحب کی تین بیٹیاں کینیڈا، جرمنی اور فیصل آباد میں مقیم ہیں۔ عبدالحئی (حیا) جرمنی اور چھوٹا بیٹا عبدالمقیم (قیمہ) ربوہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو شاد آباد رکھے۔

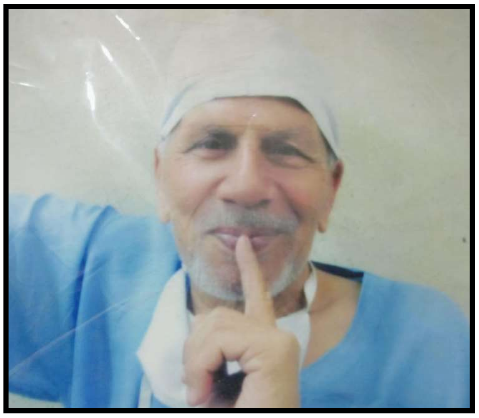

مکرم عبدالجبار خاں صاحب

تشنگی رہ جائے گی اگر اس جگہ میں عبدالجبار صاحب ڈسپنسر سرجیکل سائیڈ فضل عمر ہسپتال کا ذکر نہ کروں جو اسی جذبے لگن مسکراتے چہرے اور خوش اخلاقی سے ڈیوٹی کے دوران اور ڈیوٹی کے بعد گھروں پر خدمات بجا لا کر لوگوں کے زخموں پر مرہم رکھتے تھے، عملاً بھی اور لبوں کی مٹھاس کے ساتھ محاورتاً بھی۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

جن گھروں میں اپنے بزرگوں کی قربانیوں کے تذکرے زندہ ہیں وہ اپنے عہد وفا کو نبھانے کی توفیق پا رہے ہیں۔ الحمدللہ۔ اللہ کرے آئندہ نسلیں بھی بزرگوں کی ایمان افروز تاریخ دہراتی رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو کسی کمزوری لغزش اور امتحان سے بچائے۔ آمین

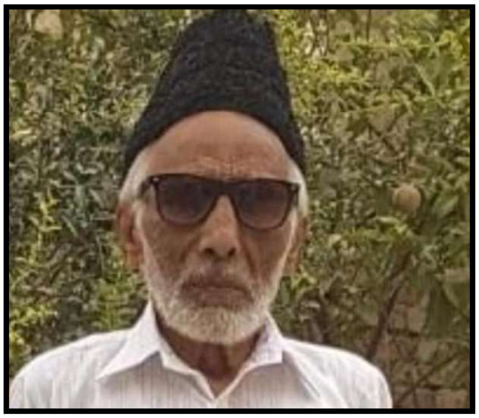

مکرم ماسٹر عبدالسمیع خاں کاٹھ گڑھی صاحب

ان نافع الناس خادمین کے ساتھ تحریک ہوئی کہ ماسٹر عبدالسمیع خان صاحب کاٹھ گڑھی کی خدمات کا کچھ ذکر کروں اور ان کی صحت وسلامتی کے لئے دعا کی درخواست کروں لکھنا شروع کیا کہ اس دوران اچانک ان کی وفات کی افسوسناک اطلاع موصول ہوئی، (ان کی بیماری وغیرہ کی بھی کوئی اطلاع نہ تھی۔) یہ ذکر اب یادِ رفتگان کے طور پر مکمل ہوگا۔ اگر ادارے سنگ وخشت کا ہی نام ہوتا تو ہم بہت تہی دست تھے کہ ہم نے کچے کمروں اور ٹاٹ والے سکولوں سے اپنا تعلیمی سفر شروع کیا لیکن یہ ہماری خوش بختی تھی کہ ہمیں شروع سے ہی محنتی بلند کردار اور بےلوث اساتذہ میسر آئے۔ جو ان اداروں کی اصل زینت تھے اور ماسٹر سمیع صاحب اس کی ایک آئیڈیل (Ideal) مثال تھے۔ ماسٹر صاحب نے ہمیں نویں دسویں میں ریاضی پڑھانا شروع کی۔ انداز سادہ اور متاثر کن تھا۔ جب تک طالب علم کو سبق ازبر نہ ہو جائے آگے نہیں چلتے تھے۔ تضیعِ اوقات سے اس قدر بیزار تھے کہ آتے ہی بلیک بورڈ کا رخ کرتے۔ پیریڈ ختم ہونے پر کھڑے پاؤں واپس ہو جاتے۔ استاد کی کرسی ان کے لئے ایک فالتو چیز تھی۔ ڈانٹ ڈپٹ یا غصہ ان کے مزاج کا حصہ ہی نہ تھا۔ لیکن اس کے باوجود کلاس میں مکمل خاموشی ہوتی۔ شفیق اتنے کہ جب علامتاً سزا دینی پڑ جائے تو ایک چھوٹے سائز کی سوٹی اتنا قریب لا کر ہاتھ پر مارتے کہ تکلیف محسوس نہ ہوتی۔ پدرانہ شفقت اور تعلق کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہوگی کہ جب کوئی پرانا شاگرد راستہ میں مل جاتا تو اس کے میٹرک پاس کرنے کا سال خود بتاتے۔

اب انہیں ڈھونڈ و چراغ رخِ زیبا لے کر

1972ء میں آپ کو ہیڈ ماسٹر مقرر کیا گیا۔ 1973ء میں ہم نے میٹرک پاس کیا۔ سکول قومیا لیا گیا۔ 1977ء تک آپ اسی تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ میں بطور ہیڈ ماسٹر تعینات رہے پھر آپ کا تبادلہ دور دراز علاقوں میں ہوتا رہا۔ 1999ء میں آپ ریٹائر ہوئے لیکن تدریس کا سلسلہ تادم آخر کسی نہ کسی رنگ میں جاری رہا۔

آپ نے ہزاروں شاگردوں کو جو تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں نہ صرف زیورِ تعلیم سے آراستہ کیا بلکہ اپنے عمل اور نمونے سے ان کی کردار سازی کا فرض کماحقہ ادا کیا۔ یہ ان کا صدقہ جاریہ ہے۔

مادہ پرستی کے اس عہد بےظرف میں آج بھی ہمارے تعلیمی اداروں کے اساتذہ اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر اپنی جماعتی روایات کو زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان مرحومین کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ جو صحرا کی فضاؤں میں پھول اور شب کی راہوں میں چراغ کی مانند تھے اور ان کے پسماندگان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

سب کا بھلا مانگتے رہو

مکرم عبدالکریم قدسی صاحب

دورِ صبا میں بادِ صبا مانگتے رہو
اور حبس میں ہوا کی دعا مانگتے رہو

کچھ بھی ہو نفرتوں کی اجازت نہیں ہمیں
لیکن ہے حکم سب کا بھلا مانگتے رہو

غزل

مکرم شعیب ناصر صاحب ٹرانٹو

جو دیپ بجھنے لگے تھے اُنہیں جلایا بھی گیا
ذرا سی دیر کو آیا تھا اور رُلایا بھی گیا

ترے بغیر بتا کیسے زندگی کرتے
ترے فراق میں جینے کا حوصلہ بھی گیا

نہ پھر گلاب ہی مہکے نہ چاندنی چھٹکی
چُھپا جو چاند تو خوابوں کا سلسلہ بھی گیا

وہ شخص کیا گیا آنگن کی رونقیں بھی گئیں
کہ میرے گھر سے اُجالوں کا قافلہ بھی گیا

کچھ اس طرح تیری نسبت پہ آ گیا ہے یقیں
کہ اب تو لب سے میرے حرفِ مدعا بھی گیا

کبھی نہ میرے تعاقب کا سلسلہ ٹوٹا
کہ میرے پیچھے سدا میرا نقشِ پا بھی گیا

میں خوش ہوں اپنی تباہی پہ اس لئے ناصؔر
کہ جس نے مجھ کو بنایا تھا وہ مٹا بھی گیا

ہندوستان کے اردو ادب کا بطلِ جلیل

پروفیسر سید اختر احمد اورینوی، ڈی لٹ

(1977-1910)

مکرم محمد زکریا ورک صاحب ٹرانٹو

مکرم پروفیسر سید اختر احمد اورینوی صاحب

پروفیسر ڈاکٹر سید اختر احمد اردو ادب میں نہایت اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ ہندوستان میں اردو ادب کے بطلِ جلیل تھے۔ ادب کی دنیا میں صفِ اوّل کے افسانہ نویس، ڈرامہ نویس، انشا پرداز، ادیب، نثر نگار، نقاد اور صاحب سخن تھے۔ آپ نے بیس سے زائد بلند پایہ علمی کتب کا ورثہ چھوڑا جن میں مختصر افسانے، تنقید، شاعری کا مجموعہ اور ادب لطیف شامل ہے۔ آپ کی متعدد تصانیف ایم اے اور آنرز کے نصاب میں شامل ہیں۔

یکتائے عصر مصنف ہونے کے ساتھ آپ مسحور کن مقرر بھی تھے۔ اپنے مافی الضمیر کو عمدہ پیرائے میں بیان کرنے میں ملکہ رکھتے تھے۔ جب تک صحت رہی جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر ’اسلام اور اقتصادیات‘ کے موضوع پر تقریر کرنے کی سعادت پاتے رہے۔ ایک مرتبہ پٹنہ کے گوردوارے میں انہوں نے سکھوں کے روحانی رہنما گرو گوبند جی پر فصیح و بلیغ تقریر کی تو ان کو ایک کرپان نذر کی گئی تھی۔

خاندان

اختر احمد 19، اگست 1910ء کو اورین (بہار) میں بزم جہاں آراء ہوئے تھے۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت سید وزارت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا۔ آپ کی والدہ محترمہ کا نام شمس النساء بنت حضرت سید عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ (رئیس ضلع گیاہ) تھا۔ ان کے نانا سید نور الحسن حکومتِ وقت کے اعلیٰ عہدیدار تھے۔ آپ کے پردادا سید عنایت حسین حضرت سید احمد بریلویؒ سے بیعت تھے۔ آٹھ سو سال سے ہندوستان میں آباد، نجابت و شرافت کے لحاظ سے ان کے خاندان کا شمار بہار کے اعلیٰ خاندانوں میں ہوتا تھا۔ یہی اختر احمد بڑے ہو کر اردو ادب کے آسمان پر ماہتاب و آفتاب بن کر چمکا۔ اختر احمد چار بھائی بہن تھے۔ اختر احمد، سیدہ زینب بیگم، سیدہ رقیہ بیگم، سید فضل احمد انسپکٹر جنرل پولیس بہار۔ اختر احمد کی والدہ کا جب 1924ء اورین بہار میں انتقال ہو گیا تو ان کے والد محترم نے دوسری شادی صابرہ بیگم سے کی جو حضرت مولوی عبدالماجد رضی اللہ تعالیٰ عنہ مبلغ احمدیہ اور مدرّس فارسی کی نواسی تھیں۔ ان سے چار بچے تولد ہوئے۔

تعلیم

اختر کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ قرآن مجید مع ترجمہ، اردو، فارسی اور انگریزی کی تحصیل اپنے والد، والدہ اور چچا سے کی۔ ضلع مونگھیر میں سکول داخل ہو کر 1926ء میں دسویں جماعت کی سند درجہ اول میں حاصل کی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے پٹنہ کالج پہنچے اور 1928ء میں انٹر کا امتحان پاس کیا۔ وظیفہ کے حقدار قرار پائے۔ چونکہ ڈاکٹر بننے کا ارادہ تھا اس لئے پٹنہ میڈیکل کالج میں داخلہ لے لیا۔ ڈھائی سال میڈیکل کالج میں پڑھا، دو ایم بی بی ایس کئے۔ بدقسمتی سے تیسرے سال تپ دق (ٹی بی) کا حملہ ہوا، جس کی بناء پر سلسلہ تعلیم منقطع کرنا پڑا۔ علاج کے لئے آبائی وطن اورین واپس آ گئے۔ مکمل آرام اور علاج معالجے سے دو سال بعد صحت یاب ہو گئے۔ 1933ء میں دوبارہ پٹنہ کالج میں بی اے انگریزی آنرز میں داخلہ لیا۔ 1934ء میں دوبارہ ٹی بی کا حملہ ہوا مگر خدا نے لاج رکھ لی اور بی اے کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ برف کے ٹکڑے چوس چوس کر امتحان دیتے رہے۔ ڈاکٹروں نے سینی ٹوریم میں قیام کا مشورہ دیا۔ بستر پر لیٹے لیٹے کئی افسانے اور نظمیں لکھیں۔ 1933ء میں ان کا نکاح محترمہ شکیلہ سے ہو چکا تھا جن کی رفاقت، دلسوزی اور تیمارداری سے صحت مند ہو کر واپس آئے۔ ایم اے اردو کی تیاری سینی ٹوریم میں لیٹے لیٹے کی۔ 1936ء میں پٹنہ سے ایم۔ اے اردو فرسٹ ڈویژن میں پاس کیا، پوری یونیورسٹی میں اول رہے اور طلائی تمغہ کے حق دار قرار پائے۔ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درد والحاح سے کی ہوئی شبینہ دعاؤں کا زندہ ثبوت تھے۔ پوری زندگی موت کی آغوش میں گزری تھی۔

ڈاکٹریٹ

جب برصغیر میں ترقی پسند تحریک شروع ہوئی تو پٹنہ شاخ کے نائب صدر چنے گئے۔ دسمبر 1938ء میں پٹنہ میں اردو کے لیکچرار مقرر ہوئے تو وہ اس عہدے سے مستعفی ہو گئے۔ 1956ء میں انہوں نے پی ایچ ڈی کے لئے مقالہ ’’بہار میں اردو ادب کا ارتقاء 1857ء تک‘‘ زیب قرطاس کیا جس کی بناء پر ان کو پٹنہ یونیورسٹی سے ڈی لٹ کی ڈگری عطا ہوئی۔ 1952ء میں وہ شعبہ اردو کے صدر مقرر کر دئے گئے۔ پٹنہ یونیورسٹی سے ڈی لٹ کی ڈگری انہوں نے 1957ء میں حاصل کی۔ 1960ء میں ان کو پروفیسر کے عہدہ پر فائز کر دیا گیا۔ علالت کے باعث اگست 1972ء میں انہوں نے تعلیم و تدریس سے خود ہی سبکدوشی اختیار کر لی۔

واقفِ زندگی

یکتائے روزگار پروفیسر اختر کے خیالات اور نظریۂ حیات کی تشکیل میں ان کے ننھیال کا اور اس کے بعد احمدیت کی تعلیم کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔ ساری عمر مختلف عوارض کی آماجگاہ بنے رہے۔ آٹھ سال کے تھے کہ تپ محرقہ میں مبتلا ہو گئے۔ والد بزرگوار نے عہد کیا کہ اگر یہ بچ گئے تو وہ انہیں دینی خدمت کے لئے وقف کر دیں گے۔ اس کے بعد ان کو رخسار کی ہڈی میں ناسور کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ سرجری کی گئی اور شفایاب ہو گئے۔ ڈاکٹر بننا چاہتے تھے کہ میڈیکل کالج میں سل کا موذی مرض آن لگا۔ لیکن ساری عمر ان کے مدنظر والد محترم کا وقف کا عہد رہا۔ اور وقف کے عہد کو انہوں نے پوری زندگی احسن رنگ میں نبھانے کی پوری کوشش کی۔ بیماری کے باعث جب صحیح طور پر خدمت اسلام نہ کر سکے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو کام تم کر رہے ہو وہی وقف شمار کیا جائے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے 1939ء میں جماعت کے افراد سے مطالبہ کی کہ وہ اپنے

زندگیاں دین کے لئے وقف کریں۔اور اپنی جائیداد میں سے ایک مقررہ حصہ دینی کاموں کے لئے وصیت کریں۔خاندانی ماحول کے اثر اور دین دار ہونے کے باعث شروع میں وہ اپنا نام سید اختر احمد احمدی لکھ کر اس پر فخر محسوس کرتے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریک کے بعد انہوں نے اپنی جائیداد کا ایک حصہ وصیت کر دیا۔قرآن مجید اور جماعت احمدیہ کے قوی اور مدلل لٹریچر کا عمیق مطالعہ انہوں نے پہلے ہی سے کیا ہوا تھا۔

نقوش لاہور کے آپ بیتی نمبر میں آپ کی آپ بیتی شائع ہوئی تھی۔اس میں اپنی دینی غیرت اور حمیت کے بارہ میں لکھتے ہیں:

"میرے عزیز دوست پروفیسر معین الدین دردائی نے اپنی ایک کتاب 'جلوے' میں لکھا ہے کہ اختر مذہب کا 'کوبڑا' ہے۔اٹھتے بیٹھتے بات بات میں مذہب۔لیکن انہیں کیا خبر کہ اسی کوبڑے نے مجھے ٹیک لگانے کا موقعہ دے دیا۔دردائی، یہ بھی نہیں جانتے کہ مذہب میرے لئے ایک سالم کشتی نہیں ہے بلکہ ٹوٹی ناؤ ہے۔یہ ناؤ شکستہ ہو یا نہ ہو، دل شکستگی کی وجہ سے میں نے بے یقینی، کفر اور لادینی کی منزلیں بھی طے کی ہیں۔کفر و اسلام، اقرار و انکار، یگانگی اور بیگانگی کے مد و جزر میں ڈوبتا ابھرتا رہا ہوں۔انجام کیا ہوگا خدا معلوم۔ہاں یہ جی ضرور چاہتا ہے کہ جس دامن کو پکڑا ہے وہ کبھی نہ چھوٹے۔...

میرے دوست کا میشر پرشاد کہتے ہیں کہ میں نیم حکیم بھی ہوں اور نیم ملا بھی۔خطرہ جان بھی اور خطرہ ایمان بھی۔"

میری زندگی ناکاموں، اور کامیابیوں کا ایک عجیب مجموعہ ہے۔
مومن تو ہوں متقی نہ بن سکا، کفر کو دلکش پایا لیکن کافر نہ بن سکا"

(نقوش لاہور، آپ بیتی نمبر، جلد دوم صفحہ 1097-1100)

http://apnaorg.com/books/urdu/
naqoosh-bio-2/book.php?fldr=book

پھر لکھتے ہیں کہ جب میرے دل میں کمیونزم کے وسیع مطالعے کے نتیجے میں مخفی طور پر دہریت اور الحاد کے جراثیم سرایت کرنے لگے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نایاب اور اعلیٰ پایہ کی تفسیر کبیر راہ ہدایت بنی۔کمیونزم کی ریڑھ کی ہڈی اس کا وہ اقتصادی منصوبہ تھا جس کو ساری دنیا میں رائج کرنے کا پرچار کرتے تھے۔اس شک اور بے دینی کی حالت میں اختر 1942ء میں قادیان گئے اور اپنے شکوک کا اظہار حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کیا۔حضورؓ نے ان شکوک اور مسائل کو دور کرنے کے لئے اپنے خطبات میں وضاحت فرمائی۔بعد میں یہ دونوں خطبات کتابی شکل میں "نظام نو" اور "اسلام کا اقتصادی نظام" کے عنوان سے منصۂ شہود پر آئے تھے۔ان مدلل و بلیغ رسائل کے مطالعہ نے اختر کے تمام شکوک وشبہات رفع کر دئے اور وہ کمیونزم کی گرفت سے آزاد ہو گئے۔بتان سیہ چشم نے ان کو گمراہی سے بچا لیا اور ان کی جبین نیاز کو سجدوں سے آباد رکھا۔

بیماری نے ایک بار پھر آن گھیرا۔1971ء میں وہ اعصابی بیماری میں مبتلا ہو گئے جس کے باعث وہ 1972ء میں پٹنہ یونی ورسٹی کے شعبہ اردو کی صدارت سے مستعفی ہو گئے۔ان کا جبڑا مسلسل حرکت کرنے لگا تھا جس کی وجہ سے وہ ٹھیک سے بات بھی نہیں کر سکتے تھے۔پٹنہ اور رانچی کے ماہرین طب سے مشورہ کیا گیا لیکن کوئی افاقہ نہیں ہوا۔اب بغرض علاج کینیڈا چلے گئے جہاں ان کی اہلیہ محترمہ شکیلہ اختر کے برادر محترم ڈاکٹر آفتاب احمد مقیم تھے۔یہاں چھ مہینے علاج کیا گیا لیکن چنداں فائدہ نہیں ہوا۔اس لئے واپس ہندوستان چلے گئے۔متاعِ حیات کے آخری چھ سات سال اسی اذیت ناک بیماری میں گزرے۔ہندوستان میں بھی علاج میں ہر ممکن کوشش کی گئی۔لیکن صحت بحال نہیں ہوئی۔آخر 31 مارچ 1977ء کو نصف شب کے قریب پٹنہ میں 60 سال کی عمر میں اپنے خالق و مالک کے حضور حاضر ہو گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن۔اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی ہونے کے سبب جسم خاکی قادیان لایا گیا اور بہشتی مقبرہ، قطعہ نمبر 9 میں ابدی نیند سو رہے ہیں۔

ہمدرد انسان

اس نابغۂ روزگار کی زندگی کے کچھ واقعات ناقابل فراموش ہیں۔کہا جاتا ہے کہ ایک غریب لڑکی کی تجہیز و تکفین کا سامان نہ تھا تو اختر نے اپنی بیوی کے سونے کے کڑے فروخت کر کے تدفین کا انتظام کر دیا۔ایک بہت ہی عزیز دوست کو والد کے لئے مقدمہ کی فیس جمع کرانے کے لئے کچھ رقم کی ضرورت تھی۔اس وقت ان کی جیب خالی تھی۔ان کو اپنے امتحان میں جتنے سونے کے میڈل ملے تھے ان کو اونے پونے فروخت کر کے اپنے دوست کی ضرورت پوری کر دی۔طبیعت میں از حد سادگی تھی۔ان کو اپنے مہمانوں کو مٹی کے برتنوں میں چٹائی بچھا کر کھانا کھلانے میں کوئی عار نہ تھا۔

آپ کی شریک حیات شکیلہ اختر جو اپنے مزاج میں انفرادیت رکھتی تھیں غیر معمولی ادیب اور یادگار زمانہ افسانہ نویس تھیں۔ان کے شاہکار افسانوں کے مجموعے کئی کتابوں کی صورت میں شائع ہو کر دادِ تحسین حاصل کر چکے ہیں۔اردو ادب میں ان کے بلند پایہ مقام کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ پٹنہ یونیورسٹی کے ایک طالب علم نے ان کے ادبی کارناموں پر تحقیق کر کے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی تھی۔

نقوش لاہور کے آپ بیتی نمبر میں ان کا مضمون آن لائن موجود ہے۔

http://apnaorg.com/books/urdu/
naqoosh-bio-2/book.php?fldr=book

شکیلہ اختر نے وفات حسرت آیات پر جو اشعار کہے وہ ایک غم زدہ اور دکھی دل کی کراہ ہیں۔

جو لرز رہے تھے اب تک، در و بام زندگی کے
وہ کھنڈر سنا رہے ہیں بڑے درد کا فسانہ
وہ بہت تھکا ہوا تھا ، اسے نیند آ گئی ہے
نہ سلا سکی تھی جس کو کبھی گردشِ زمانہ
بڑے غم کی داستاں تھی بڑے کرب کی کہانی
دلِ مضطرب تڑپ کر جو بنا تھا اِک ترانہ

جو بھنور سے کھیلتا تھا رہا غم میں مسکراتا
جو جلا تھا آندھیوں میں وہ چراغ بجھ چکا ہے
یہ فضا دھواں دھواں ہے کہ جلا ہے آشیانہ
جہاں بجلیاں گری تھیں وہ چمن سلگ رہا ہے
میرا کعبۂ محبت ، میری ہر خوشی کا مرکز
میرا کاروانِ الفت، سر شام ہی لٹا ہے
اسے آہ، کیسے ڈھونڈوں کہ سب جہاں اندھیرا
انہی رفعتوں سے آگے ، وہ کہاں چلا گیا ہے

لازوال کتابیں

پروفیسر اختر کے تحقیقی وتنقیدی اور سماجی نوعیت کے مضامین اردو کے علاوہ انگریزی رسالوں اور اخبارات میں 1970ء سے قبل تواتر سے زینت بنتے رہے۔ڈاکٹر اختر اورینوی کی شہرت کا سبب افسانہ نگاری اور تنقید تھی۔ان کا پہلا افسانہ 'بدگمانی' اور آخری افسانہ 'ایک درخت کا قتل' ہے۔ان کے افسانوی مجموعے درج ذیل ہیں:

منظر و پس منظر، کلیاں اور کانٹے، انار کلی اور بھول بھلیاں، سیمنٹ اور ڈائنامائیٹ، کچلیاں اور بال جبریل، سپنوں کے دیس۔

تنقیدی کتابیں

مطالعۂ نظیر، مطالعۂ اقبال، کسوٹی، تنقید جدید، تحقیق وتنقید، قدر و نظر، سراج و منہاج، مطالعہ و محاسبہ۔

ناول:حسرت تعمیراورکارواں۔

ڈرامے:شہنشاہ حبشہ اورزوال کیپٹن۔

شعری مجموعہ:انجمن آرزو

(نقوش لاہورآپ بیتی نمبر،،جلددوم،صفحہ نمبر1097)

http://apnaorg.com/books/udru/naqoosh-bio-2/book.php?fldr=book

مرحوم سید اختر احمد اورینوی نے اردو زبان کی جو بیش بہا خدمت کی وہ کبھی فراموش نہیں کی جاسکتی۔ان کی بیس کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔ان میں ایک ڈرامہ،بیسیوں افسانے،ایک ناول بھی ہے۔تنقیدی مضامین کے متعدد مجموعے ہیں۔ان کا تحقیقی مقالہ ہے۔پھرشعری تخلیقات کا ایک یادگار مجموعہ ہے۔غرض ہرصنف سخن میں ان کے لازوال کارنامے موجود ہیں۔کچھ غیر مطبوعہ تحریریں بھی ہیں۔بنیادی طور پر وہ نظم کے شاعر تھے۔بعض معرکۃ آراء رومانوی نظمیں قلم بند کیں جو ان کے مجموعے میں موجود ہیں۔

بلبلِ خوش نوا ڈاکٹر اختر احمد کی ادبی جہات پر ہندوپاکستان کے رسالوں کے خاص نمبر شائع ہو چکے ہیں جیسے مہرِ نیم روز کراچی اور ساغرنو پٹنہ۔اسی طرح ایک درجن کے قریب کتابوں میں ان کی ادبی زندگی کے متعلق قابل ذکر مواد موجود ہے۔ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

☆ تذکرہ معاصرین ازمالک رام بھویجہ

☆ اختر اورینوی کے افسانے (مع مقدمہ) ازقلم پروفیسر عبدالمغنی

☆ تاریخ ادب اردو جلد دوم پروفیسر وہاب اشرفی

☆ اختر اورینوی فنکار اور ناقد مرتبین مظفر مہدی اور منصور عمر

☆ بہار میں اردو تنقید ڈاکٹر اعجاز علی ارشد

☆ اردو ڈارمہ آزادی کے بعد ڈاکٹر محمد منصور انصاری

نقوش لاہور1956ءشخصیات نمبر میں ان کا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے علی الاعلان لکھا تھا کہ مجھے جس شخصیت نے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات برکات ہے۔

نمونہ کلام

ان کی ایک دلربا غزل سے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

تیرے نصیب میں کہاں سوزِ یقیں گدازِ غم
جانے تو کیا کہ دل نشیں میرے لئے ہے نازِ غم
میں نے گلے لگائے تھیں درد اثر خموشیاں
بول اٹھا سکوت ہی، چھپ نہ سکا یہ رازِ غم
جس کے لئے تجلیاں حسنِ خیال دردِ زیست
جادۂ زندگی اسے سلسلۂ درازِ غم
آرزوئے دل کی زندگی زہر بھی نشاط بھی
رقصِ حیات دم بدم ، شعلہ بجاں بسازِ غم
حسن کی بیقراریاں یہ بھی ہے اک مقام عشق
میرے دلِ حزیں کو ہے تجربہ نیازِ غم
اختر زار سے کہو، شوق کے مرحلے ہیں اور
جلوۂ خاص حسنِ عام، طور نہیں فرازِ غم

پروفیسر آل احمد سرور اپنی آپ بیتی 'خواب باقی ہیں' میں رقم طراز ہیں:

''تنقیدی مضامین کے کئی مجموعے نکلے۔کالج کے ڈراموں کی ہدایت کاری وہی کرتے تھے۔بڑے اچھے خطیب تھے۔ایک مرتبہ پٹنے کے گوردوارے میں انہوں نے گروگو بند پر اچھی تقریر کی کہ ان کو ایک کرپان نذر کی گئی۔ ...

جب بھی پٹنے جاتا تو ان کے یہاں ٹھہرتا۔ان کی بیگم شکیلہ اختر بھی خود اچھا افسانہ نگار تھیں۔اور میاں بیوی دونوں خاصے باتونی تھے۔اختر قادیانی تھے۔ایک دفعہ جب میں رخصت ہونے لگا تو اپنے چھوٹے بھائی فضل سے کہہ کر کچھ قادیانی لٹریچر میرے بکس میں رکھوادیا۔مجھ سے کہا نہیں۔ ...

بنگلہ دیش میں ان کے کئی عزیز بنگالیوں کے ہاتھ کام آگئے اس کا ان پر گہرا اثر تھا۔آخر میں پارکنسن کے مرض کا شکار ہوگئے تھے۔ان سے آخری ملاقات1974ء میں ہوئی جب وہ بستر مرگ پر تھے۔دیکھ کر بے اختیار رونے لگے۔شکایت کی کہ اب کے میرے پاس کیوں نہ ٹھہرے؟ میں نے کہا علالت میں میری وجہ سے آپ کو زحمت ہوتی۔اختر ایک فرد کا نہیں ایک انجمن کا نام تھا۔بہار میں ادبی سرگرمیاں ان کے دم سے تھیں۔''

(آل احمد سرور،خواب باقی ہیں۔صفحہ324-325)

ڈاکٹر عبادت بریلوی نے سید اختر کی افسانہ نگاری کی خصوصیات کو ان الفاظ میں سراہا ہے:

''یہ زمانہ کم وبیش1938-39 کا زمانہ ہے اس وقت ان فنکاروں کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے فنکار بیک وقت چمک اٹھے جن کی فنکاری نے ادبی دنیا میں ایک دھوم مچادی۔انہی افسانہ نگاروں میں کرشن چندر،راجندر سنگھ بیدی،اوپندر ناتھ اشک،سعادت حسن منٹو، عصمت چغتائی، احمد ندیم قاسمی، فیاض محمود، دیوندر ستیارتھی، اختر انصاری،اختر اورینوی،حسن عسکری،اورممتاز مفتی وغیرہ شامل ہیں۔ان سب کے موضوعات میں تنوع ہے اوران کے پیش کرنے کا انداز بھی ایک دوسرے سے مختلف ہے لیکن ایک بات سب میں مشترک ہے اور وہ یہ کہ سب کے سب زندگی کو بہت قریب سے دیکھتے ہیں اور اس کے مختلف پہلوؤں کی تصویریں مختلف رنگوں کی آمیزش سے تیار کرتے ہیں۔انہوں نے زندگی کے کسی رخ کو نہیں چھوڑا۔انہی کے طفیل آج اردو نگاری اتنی بلندی پر نظر آرہی ہے۔''

(تنقیدی زاویے از ڈاکٹر عبادت بریلوی،صفحہ265)

سید اختر کے تنقیدی مضامین میں ماحول اور وراثت کے متعلق سالنامہ ادب لطیف میں یوں اظہار کیا گیا تھا:

''وہ ادب وشعر میں ماحول ووراثت کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ماحول میں شخصی اور سماجی دونوں کا اس پر اثر ہوتا ہے اور وراثت میں شخصی اور ادبی دونوں کے اثرات نظر آتے ہیں۔ایک جگہ انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ ادب وشاعری پر اجتماعی قماش کے دماغ کا اثر پڑتا ہے کیونکہ فنکار کی نفسی ترکیب اجتماعی رجحانات سے متاثر ہوتی ہے اور تخلیق فن دماغ کے کارخانے میں ہوتی ہے۔یہ اجتماعی نفسی قماش قانون ورثہ اور ماحول کے مطابق حال اور ماضی کی ادبی، اخلاقی، سیاسی اور اقتصادی خصوصیات سے متاثر ہوتا ہے۔اس لئے ادب وشاعری کی پیدائش اور ان کی نوعیت کی تشکیل میں مذکورہ چیزوں کا بڑا دخل ہے۔''

(اختر اورینوی غالب کے بعد ، سالنامہ ادب لطیف 1946ء،صفحہ52)

کتابیات

1۔ مالک رام، تذکرہ معاصرین، جلد چہارم، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر، دہلی1982ء،صفحات228-237

2۔ آل احمد سرور، خواب باقی ہیں۔ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ1991ء

3۔ نقوش لاہور آپ بیتی نمبر تاریخ اشاعت نامعلوم

4۔ صوبہ بہار کے اصحاب احمدؑ از ڈاکٹر سید شہاب احمد، ایڈمنٹن،کینیڈا2018ء،صفحات143-165

5۔ شعرائے احمدیت از سید سلیم شاہ جہانپوری، کراچی، صفحات 387-389

میرے والد، چھ بیٹیوں کے شکر گزار باپ

مکرم بیرسٹر مبشر لطیف احمد صاحب

بی اے۔آنرز، ایل ایل۔ایم لندن، ویزیٹنگ پروفیسر پنجاب یونیورسٹی لاء کالج لاہور، سینیئر ایڈوکیٹ سپریم کورٹ آف پاکستان

محترمہ عائشہ افضل ملک صاحبہ، ٹرانٹو

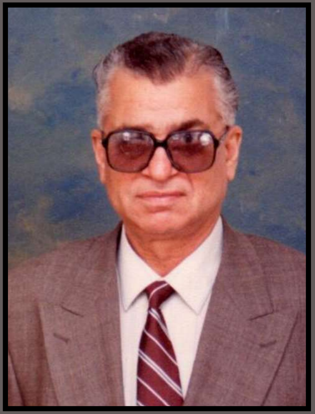

مکرم بیرسٹر مبشر لطیف احمد صاحب

عائشہ افضل ملک جو کہ مبشر لطیف احمد صاحب کی چھ بیٹیوں صائمہ، سعدیہ، سائرہ، عائشہ، عنبریں، بشریٰ میں سے چوتھے نمبر پر ہے، اپنے مرحوم والد صاحب کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے کچھ لکھنے کی سعی کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اس کوشش میں کامیاب فرمائے۔آمین

میرے والد صاحب ضلع فیروزپور انڈیا میں 15 نومبر 1934ء کو پیدا ہوئے۔آپ کے والد صاحب کا نام شیخ امیر احمد ولد محکم دین اور والدہ کا نام صغریٰ بیگم تھا۔شیخ امیر احمد صاحب اور ان کے بھائی بھیرہ کے رہنے والے تھے۔ یہ دونوں بچپن میں ہی یتیم ہو گئے تھے جس کے بعد لوگوں نے ان دونوں کو حضرت مولانا حکیم نورالدین ، خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پہنچا دیا تھا جنھوں نے آپؓ دونوں بھائیوں کی پرورش کی ۔ اکثر اوقات حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیخ امیر احمد صاحب کو گود میں لے کر لوگوں سے بیعت لیا کرتے تھے۔آپ کی والدہ، صغریٰ بیگم صاحبہ ہوشیار پور سے تھیں اور ان کے والد، شیخ عمر دین صاحب، اپنے خاندان میں پہلے احمدی تھے۔شیخ عمر دین صاحب کے والد (صغریٰ بیگم صاحبہ کے دادا اور میرے والد کے پڑنانا) کا نام شیخ مہر علی تھا۔ یہ وہی شیخ مہر علی صاحبؓ ہیں جن کے گھر ہوشیار پور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چالیس دنوں کی عبادت اور دعاؤں کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ’پیشگوئی مصلح موعود‘ عطا ہوئی تھی۔

میرے والد صاحب نے اپنی ابتدائی تعلیم ضلع ملتان کے ایک چھوٹے سے گاؤں، میلسی سے حاصل کی۔ پھر وہ لاہور چلے گئے اور وہاں پر تعلیم الاسلام کالج سے عربی میں بی اے آنرز کیا۔آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ شاگردوں میں سے تھے۔ والد صاحب انتہائی خوش شکل اور پرکشش شخصیت کے حامل تھے۔اس کے علاوہ بہت خوش اخلاق اور خوش لباس تھے۔ اپنی اِن خوبیوں کی وجہ سے دوست احباب میں اور جماعتی حلقوں میں ہر دلعزیز شخصیت تھے۔والدین کی اعلیٰ تربیت کی وجہ سے نیکی اور شرافت بھی شخصیت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

اتنی بے شمار خوبیوں کے ساتھ اللہ کی طرف سے ایک جسمانی محرومی بھی تھی۔ان کو دائیں آنکھ سے دکھائی نہیں دیتا تھا۔گویا وہ بے نور تھی۔ مگر الحمدللہ یہ کمزوری اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ کبھی بھی ان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہ بنی اور نہ ہی اس سے ان کی شخصیت کی کشش میں کوئی کمی واقع ہوئی۔میری دادی امی کا کہنا تھا کہ وہ بالکل صحت مند پیدا ہوئے تھے اور بہت زیادہ خوبصورت تھے بس ان کو کسی کی نظر لگ گئی ۔اچانک دائیں آنکھ کے آگے جالا آ گیا جو بہت علاج کروانے کے باوجود بھی ٹھیک نہ ہوا۔بس اللہ کو یہی منظور تھا۔

والد صاحب چھ بھائی تھے، مظفر حفیظ احمد، مدثر سعید احمد، سہیل کوثر، ساجد نعیم شہیدِ لاہور اور خالد احمد۔جن میں ابو سب سے بڑے تھے۔ابو پڑھائی میں بہت طاق تھے ۔دادا ابو ٹیچر تھے۔ابو بتاتے ہیں کہ پڑھنا، لکھنا اور لیکچر دینا انہوں نے اپنے والد صاحب سے سیکھا اور صفائی ستھرائی اور پہننے کا طریقہ سلیقہ اپنی والدہ سے سیکھا ۔دادا ابو کی معمولی تنخواہ کی وجہ سے ابو ٹیوشن پڑھا کر اپنے تعلیمی اخراجات پورے کرتے تھے۔اسی طرح انہوں نے ایم اے ، اکنامکس کیا اور سوچا کہ لندن جا کر پی ایچ ڈی کروں گا مگر امتحان کا نتیجہ آتے ہی اللہ تعالیٰ نے ان کا دل بدل دیا اور انہوں نے قانون پڑھنے کا ارادہ کر لیا۔ پھر آپ لاء کالج لاہور میں داخل ہو گئے۔ 1955ء میں لا کی ڈگری حاصل کی۔جیسا کہ مومن ہمیشہ، صفاف، شفاف اور بہتے پانی کی طرح آگے بڑھتا رہتا ہے، اسی طرح ابو چَین سے نہیں بیٹھے اور لندن ہائی کمیشن میں اپنی اسناد اور درخواست لندن یونیورسٹی کے ایل ایل۔ ایم پروگرام میں داخلہ کی غرض سے بھجوائیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے 1961ء میں آپ کا داخلہ لندن یونیورسٹی میں ہو گیا۔

جانے سے پہلے، بغرض دعا اور ملاقات ،آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط لکھا جس کا جواب فوراً آ گیا۔حضورؓ نے فرمایا کہ میں لاہور میں مرزا مظفر احمد کے پاس ٹھہرا ہوا ہوں۔کوٹھی کے باہر آپ کو ڈرائیور ملے گا۔وہ کہے گا کہ میاں صاحب بیمار ہیں، مل نہیں سکتے۔تم (والد صاحب) کہنا کہ میرا نام بتا دو، اگر وہ (حضورؓ) مل لیں گے تو مل لوں گا ورنہ واپس چلا جاؤں گا۔چنانچہ ایسا ہی ہوا۔حضورؓ نے ابو کو اپنے کمرہ میں بلا لیا اور اپنے سرہانے کی طرف بٹھا لیا اور خود دوسری طرف بیٹھ گئے۔ بہت اچھی طرح حال احوال پوچھا اور تعلیمی پروگرام کے بارہ میں تفصیل پوچھی۔ملازم چائے لایا تو حضورؓ نے خود اپنے دستِ مبارک سے چائے بنا کر دی اور فرمایا کہ ’’تم مجھے میزبانی کے حق سے محروم نہیں کر سکتے۔‘‘ پھر بہت ساری دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمایا۔

اگلے دن والد صاحب تعلیم الاسلام کالج ربوہ کے احاطہ میں حضرت مرزا ناصر احمد صاحبؒ سے ملے۔حضورؒ نے فرمایا کہ ’’جلدی جلدی لندن سے ایل ایل۔ایم کر کے آ جاؤ۔اس وقت تک ہم اس کالج کو یونیورسٹی بنا چکے ہوں گے جس میں لاء فیکلٹی بھی ہو گی۔اس میں پھر تم آ کر لیکچر دینا۔‘‘

ان مقدس ملاقاتوں کے بعد 25 جولائی 1961ء کو والد صاحب لندن پہنچے اور محض اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ International Sea Laws ،Air Laws، Law of International Institutions اور Criminology میں امتیازی اعزاز سے ایل ایل۔ایم پاس کیا۔لندن یونی ورسٹی کی اسناد کی پُروقار تقریب میں انہوں نے شہزادی مارگریٹ کے ہاتھ سے اپنی ڈگری حاصل کی، جو کہ برطانیہ کی ملکہ الزبتھ کی والدہ تھیں۔ایل ایل۔ ایم کرنے کے بعد 1966ء میں پاکستان واپس آ گئے۔یہاں پر ایک بات بتانے کے

لائق ہے کہ جب ابو میلسی کے چھوٹے سے گاؤں میں اپنی پڑھائی کے شوق کی وجہ سے کبھی اپنے ہم عمر لڑکوں سے مستقبل میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لئے بیرونِ ملک جانے کے شوق کا اظہار کرتے تو وہ ان کو ان کی آنکھ کی خرابی کا طعنہ دیتے، 'کانہ' کہہ کر اُن کا مذاق اڑاتے اور کہتے کہ تم تو کالج بھی نہیں جا سکو گے، باہر جا کر پڑھنے کی کیا بات کرتے ہو۔ یہ بات ابو جی نے ہمیں کچھ عرصہ قبل کینیڈا آنے کے بعد بتائی اور رو پڑے کہ دیکھو پھر میں نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور خلفاء کی دعاؤں کے ساتھ، ایک آنکھ کے نور کے ساتھ ہی یہ سب کچھ کر کے دکھا دیا اور ہمت نہیں ہاری۔

میرے والد صاحب نے لندن میں پڑھائی کے ساتھ ساتھ بہت مشقت والی اور بھاری وزن اٹھانے والی مزدوری بھی کی تا کہ پیچھے گھر والوں کو بھی کچھ پیسے بھیج سکیں۔ اپنے ماں باپ کے بہت فرمانبردار، سعادت منداور ذمہ دار بیٹے تھے اور ان کے کندھے سے کندھا ملا کر اپنے بھائیوں کو پڑھانے میں اُن کا بازو بنے۔ لندن میں قیام کے دوران ایک خبر ملی کہ اُن کی آنکھ کا مفت علاج ممکن ہے مگر پچاس فی صد کامیابی کا امکان ہے یا تو مکمل ٹھیک ہو جائے گی یا مکمل بے نور یعنی خراب ہو جائے گی۔ بس وہ محرومی کا احساس تھا جس کی وجہ سے ابو جی نے حامی بھر لی۔ اس واقع کا زندگی بھر پہلے کبھی ذکر نہیں کیا مگر ابھی کچھ عرصہ قبل ہی کینیڈا میں ہمیں اس کے بارہ میں بتایا اور کہا کہ میں نے ایسا ایک آپریشن کروایا تھا اور اس کی مجھے بہت تکلیف ہوئی تھی۔ جب آنکھ میں ٹیکے لگے تھے تو بہت درد ہوا تھا اور یہ بتاتے ہوئے وہ رو پڑے تھے۔ اب ابو کا دل بہت کمزور ہو گیا تھا۔ بہرحال وہ تجربہ نا کام رہا اور آنکھ مکمل طور پر ضائع ہو گئی۔ اس کے بعد ابو جی نے کالا چشمہ لگانا شروع کر دیا جو اس لحاظ سے ان کے لئے زیادہ موزوں اور مناسب تھا۔

لندن میں ڈگری ملنے کے بعد وہاں کے پرنسپل نے والد صاحب کو اپنے آفس میں بلایا اور یونیورسٹی میں جاب کی پیش کش کی۔ مگر میرے پیارے ابو جی نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں اپنے ملک کی خدمت کرنا چاہتا ہوں۔ الحمدللہ! جب تک ان کی صحت رہی انہوں نے ایسا ہی کیا۔

پاکستان واپسی

1966ء میں لاہور ہائی کورٹ سے آپ نے اپنے جماعتی مقدمات کا آغاز کیا۔ پاکستان واپس آنے کے کچھ عرصہ کے بعد میری دادی امی کی پسند سے میرے والد صاحب کی شادی میری والدہ سے ہوگئی جن کا تعلق پنجاب کے ایک گاؤں کسووال سے تھا۔ ان کے والد کا نام ملک عصمت اللہ اور والدہ کا نام سعیدہ بیگم تھا۔ دادا کا نام ملک نیاز محمد اور تایا جان ملک صلاح الدین ایم اے درویش قادیان مؤلف اصحاب احمدؑ تھے۔

شادی کے بعد والد صاحب مستقل لاہور میں ہی مقیم رہے۔ والد صاحب جماعتی مقدمات کی پیروی کرنے کے لئے جھنگ، قصور، پتوکی، پشاور، ربوہ، ڈی جی خان، ملتان، بہاولپور اور اسلام آباد وغیرہ جایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے جماعتی مقدمات کی پیروی کرنے کی اتنی برکت ڈالی کہ ابو جی کو یونی ورسٹی لا کالج لاہور اور ہیلے کالج آف کامرس میں پڑھانے کو موقع بھی مل گیا۔ 46 سال تک یونی ورسٹی لا کالج میں درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ ہیلے کالج میں کسی شریر آدمی کی سفارش نہ کرنے کی وجہ سے ابو جی کو وہاں سے معطل کر دیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے قائد اعظم لاء کالج میں درخواست دی توانہوں نے خوشی خوشی ابو کو رکھ لیا۔ ان کا پڑھانے کا انداز اتنا اچھا تھا کہ ان کے شاگرد ان کو اپنا آئیڈیل اور اپنے باپ کی طرح سمجھتے۔ ایک دفعہ تو آپ بتاتے ہیں کہ ایک لڑکا لیکچر کے بعد میرے پیچھے آیا اور کہنے لگا کہ ''میں آپ کے پاؤں چومنا چاہتا ہوں۔'' تو ابو جی نے کہا کہ اپنے آپ کو گرا کہ میری عزت نہ کرو کیونکہ یہ غلط طریقہ ہے۔ پیروی کرنے کے لئے اگر کچھ کرنا ہے تو جو سکھایا ہے اسے سمجھو اور ویسا بن کر دکھاؤ۔

اس کے علاوہ والد صاحب 17 سال فیصل ٹاؤن، لاہور کے صدر جماعت رہے وہاں پر ایک مسجد بھی تعمیر کروائی۔ 2007ء میں اچانک ابو کو ایک معمولی ہلکا سا فالج کا حملہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہوا کہ کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا مگر اس کے بعد ابو جی آہستہ آہستہ کمزور ہونا شروع ہو گئے۔ پھر 28 مئی 2010ء کا واقع پیش آیا۔ اس وقت والد صاحب مسجد بیت النور ماڈل ٹاؤن لاہور کے مین ہال میں موجود تھے۔ ان کا بچ جانا ایک معجزہ سے کم نہ تھا۔ کہتے ہیں جس کو اللہ رکھے، اس کو کون چکھے۔ بہرحال اتنا خون خرابہ دیکھنے کے بعد دل و دماغ پر گہرا اثر پڑا اور اس دردناک اور ہولناک واقعہ کا اثر بہت دیر تک رہا۔

ان حالات و واقعات کے پیشِ نظر ہم بیٹیوں کو اپنے والدین کو کینیڈا بلانا پڑا۔ 2011ء میں وہ لوگ کینیڈا آ گئے اور فالج کے عارضہ کے باوجود ابو جی نے اپنی زندگی کو مصروف رکھا ہوا تھا، وہ مصروفیت، وہ پاکستان، وہ یادیں پیچھے رہ گئیں۔

یہ سب وہ باتیں تھیں جو ابو جی کی زندگی کا حصہ تھیں یا ان کی بتائی ہوئی تھیں یا ہمارا مشاہدہ تھیں۔ مگر اب میں مختصراً وہ بیان کروں گی جو ہم چھ بہنوں کی طرف سے وہ خراج تحسین ہے جو ہم نے ہر پل محسوس کیا۔ ابو کہتے تھے۔

"I have 6 blessings of God"۔ دنیا کے بے شمار مرد میں نے صرف دولت اور بیٹوں کی خواہش ہی کرتے دیکھے ہیں۔ ابو جی ہر بیٹی کی پیدائش پر الحمدللہ، الحمدللہ کہتے تھے اور پہلے سے زیادہ خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ میری امی کو شوق تھا کہ بیٹا ہو مگر ابو جی اور دادی اماں ان کا حوصلہ بڑھاتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرو۔ بلکہ میری امی کہتی تھیں کہ تمہارے ابو اتنے سکون سے الحمدللہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک اور بیٹی دے دیتا ہے۔ مگر میرے پیارے ابو جی کا پیار تو بڑھتا ہی گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ابو جی کو چھ رحمتیں عطا کر دیں جس کا شکر وہ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک کرتے رہے۔ ایک دفعہ جب میری سب سے چھوٹی بہن کو حفاظتی ٹیکے لگوانے لے گئے تو ابو جی اس کو بہت لاڈ کر رہے تھے۔ ایک نرس نے دیکھا تو ہنس کر کہا کہ لگتا ہے کہ یہ آپ کی اکلوتی بیٹی ہے۔ اس پر امی ابو دونوں بولے کہ یہ ہماری چھٹی بیٹی ہے تو اس نرس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ ابو جی اپنی ساری بیٹیوں سے بہت پیار کرتے تھے لیکن کبھی بے جا لاڈ نہیں کیا۔ ان کا رُعب ایسا تھا کہ کبھی بے جا اُن سے بے تکلف نہیں ہوتے تھے۔ مگر ہر ضرورت منہ سے نکلنے سے پہلے پوری ہو جاتی تھی۔ کبھی بے جا غصہ نہیں کیا۔ خلیفۂ وقت سے محبت خود بھی کی اور ہمارے دلوں میں بھی راسخ کی۔ پردہ کا خاص اہتمام تھا یہاں تک کہ ہمارے گھر میں عزیز و اقارب اور ابو کے دوستوں کے جوان لڑکوں کا آنا منع تھا۔ تا کہ پردہ کی پابندی رہے۔

اپنے عمل سے ہمیں نمازوں کی پابندی سکھائی۔ وقت کے بہت پابند تھے۔ صبح تہجد پڑھتے اور نماز فجر کے بعد ورزش کرتے تھے اور پھر تھوڑا سا سو کر اپنے چیمبر کے لئے روانہ ہو جاتے۔ شام کو پورے سات بجے واپسی اور نو بجے سونے کا وقت ہوتا تھا۔ اگر چچا وغیرہ نو بجے کہ بعد آ کر بیل بجاتے تھے تو کہتے تھے کہ اس وقت کون شریف آدمی آ گیا ہے۔ ہمیں بھی نو بجے کے بعد جاگنے کی اجازت صرف پڑھائی کرنے کے لئے ہوتی تھی ورنہ نہیں۔

ہمارے ساتھ گھر کے گیراج میں ابو کرکٹ بھی کھیلا کرتے تھے۔ جب امی بہت سارے کپڑے لاتیں تو ابو ہمارے لئے کپڑوں کے رنگ منتخب کرنے میں بھی مدد کرتے۔ پھر اکثر ویک اینڈ Weekend پر کبھی فرنچ فرائز، کبھی چھلیاں، کبھی ڈرائی فروٹ ابو کے ساتھ بیٹھ کر مزے سے کھاتے تھے جو کسی پکنک سے کم نہیں لگتا تھا۔

مجھے آرٹ کا بہت شوق تھا۔ میرے کہنے پر مجھے نیشنل کالج آف آرٹس لاہور میں داخلہ دلوایا۔ پھر پہلے دن مجھے کالج چھوڑتے ہوئے یاد دہانی کروائی کہ بیٹا پردہ جیسا کر کے جا رہی ہو سارا دن ویسا ہی رکھنا۔ مجھے اس بات کی بہت شرم محسوس ہوئی کہ شاید ابو کو مجھ پر یقین نہیں تھا لیکن مجھے بعد میں سمجھ آئی کہ یہ صرف انہوں نے اپنا فرض ادا کیا تھا۔ ویسے تو میں کالج کی بس میں آیا جایا کرتی تھی مگر زیادہ کام کی صورت میں مجھے خاص طور پر لینے کے لئے اپنے چیمبر میں بیٹھ کر میرے لئے انتظار کیا کرتے اور رمضان میں اکثر میری فرمائش کرنے پر بنک سکوائر کی فروٹ چاٹ دلاتے، جس کی وجہ سے روزہ اکثر راستہ میں ہی کھل جاتا۔ کبھی کالج جاتے ہوئے آخری لمحے پر ابو سے پیسے مانگتی تو وہ کہتے کہ گھر پر کہتی تو زیادہ اچھا ہوتا مگر کوئی بات نہیں، میں اپنا پرس خالی کروں گا تو اللہ اور دے گا۔ اس وقت آج کی طرح کریڈٹ کارڈ، ویزا کارڈ وغیرہ تو نہیں تھے۔ بہر حال کئی بار میرے کالج کی تقریبات کی خاطر اپنے چیمبر میں بیٹھ کر میرا انتظار کرتے مگر کبھی بھی اکتاہٹ کی اظہار نہ کرتے۔ باقی ساری بہنوں کے ساتھ بھی ایسا ہی محبت اور برداشت کا سلوک تھا جس کی وجہ سے ہم سب کی زبان پر ایک ہی نعرہ رہتا کہ میرے ابو جی!

خلیفۂ وقت سے محبت اتنی تھی کہ جب سے گھر میں ایم ٹی اے لگا تھا جمعہ کی خطبہ باقاعدہ سب کو بٹھا کر سنواتے اور اسی طرح جلسہ کے سارے پروگرام کو سنانے کا خاص انتظام ہوتا۔ تقریباً ہر سال جلسہ سالانہ پر لندن جایا کرتے تھے۔ ایک بار یونیورسٹی کے پرنسپل نے بولا کہ شرم نہیں آتی کہ چھ بیٹیوں کے باپ ہو اور ہر سال جلسہ پر چلے جاتے ہو تو ابو نے کہا کہ جس نے یہ چھ بیٹیاں دیں ہیں وہی ان کا انتظام بھی کرے گا۔ ان کا اللہ پر توکل دیکھیں کہ گھر بیٹھے چھ کی چھ بیٹیوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے رشتوں کے لئے بہت اچھے انتظام کر دیئے۔ پھر شادی کے بعد اپنی بیٹیوں کے میکے آنے پر خوشی اور مہمان نوازی، مائیں تو کرتیں ہیں مگر ابو کا یہ سب کرنا بہت الگ اور جدا تھا۔ کبھی ریت والی مچھلیاں لانا کیونکہ مجھے بہت پسند تھیں، کبھی بے نظیر قلفہ لانا، کبھی باہر چائینیز کھانا کھلانے لے کر جانا۔ کبھی شاپنگ پر لے جانا وغیرہ۔ اگر کوئی پریشانی بتاؤ تو فوراً دعائیں بتانے لگتا۔

میری سب سے بڑی بہن کو ابو ویزہ لگوانے امریکن سفارت خانے لے کر گئے۔ وہاں پر ''فارم ب'' پر ایک آدمی نے بیٹیوں کے نام پڑھنے شروع کئے اور کہا one daughter، two daughter، اور اس طرح کرتے کرتے اس نے six daughter کہا تو بڑے اعتماد سے بولے:

" No, I have 6 blessings of God"

یہ سن کر وہ امریکن گورا بہت ہنسا اور ہنستے ہنستے کرسی سے گر گیا۔
یہ بات ابو جی نے 35-30 سال پہلے کہی تھی مگر چار سال قبل جب کہ وہ یادداشت کھو جانے کی وجہ سے بہت کچھ بھول گئے تھے مگر یہ بات کبھی نہیں بھولے تھے اور ہر ملنے والے ڈاکٹر، نرس اور دوسرے جاننے والوں کو بڑے فخر سے بتاتے تھے، جیسے کسی انمول خزانے کے مالک ہوں۔

میرے والد صاحب حقیقی معنوں میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کے اس پہلو پر عمل پیرا ہوئے جس میں بیٹیوں کو رحمت کا درجہ دینے کا حکم ہے۔ اور ان کی عزت واحترام آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے عین مطابق آپ نے کی۔ غرضیکہ میرے والد صاحب ایک بہترین باپ، بہترین شوہر، بہترین بیٹے، بہترین بھائی اور بہترین داماد تھے۔ کسی رشتہ دار کو ان سے کوئی شکایت نہ تھی۔ میری نانی امی کا وہ اپنی ماں کی طرح عزت واحترام کرتے تھے اور اپنے ماں باپ کا تو نہ ہی پوچھیں۔ اتنا ادب تھا کہ ہمارے سامنے وہ لوگ بعض دفعہ ابو سے سختی سے بات کرتے اور وہ سر جھکا کر بس سنتے رہتے، کبھی اُف تک نہ کی۔

والد صاحب نے اپنے وکالت کے پیشہ کو صرف ذریعہ معاش ہی نہیں بنایا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ جماعت کی خدمت کے لئے بھی مخصوص کر رکھا تھا جس میں اسیرانِ راہ مولا کے بے شمار مقدمات شامل تھے۔ اللہ تعالیٰ نے والد صاحب کو موقع دیا کہ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ، حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیر ہدایت بے شمار جماعتی مقدمات کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ کافی حد تک کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ابو کا نام کئی دفعہ لاہور ہائیکورٹ کے جج کے طور پر بھی پیش ہوا مگر احمدی ہونے کی وجہ سے منظور نہ ہو سکا۔ مگر اس بات کا ان کو قطعاً کوئی افسوس اور ملال نہ تھا۔ سپریم کورٹ آف پاکستان اور لاہور ہائیکورٹ کے اکثر جج ابو کے شاگرد تھے اور وہ ابو کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔

شکر گزاری ابو جی کی زندگی کا ایک خاص وصف تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر تو ویسے ہی ہر وقت ادا کرتے رہتے تھے مگر نسیان کے مرض کے بعد بھی اکثر ہم سب کو بڑے منفرد انداز میں دعاؤں اور شکر گزاری کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے۔ کچھ عرصہ قبل طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ان کو ہسپتال داخل کرنا پڑا۔ اس دوران مختلف ٹیسٹوں کے بعد یہ پتہ چلا کہ ان کے دل کی 80 فیصد شریانیں بند ہو چکی تھیں اور ڈاکٹروں نے تقریباً جواب دے دیا تھا۔ دو ہفتوں تک ہسپتال میں رہنے کے بعد گھر واپس آئے تو بے حد خوشی سے میری والدہ سے کہا کہ ''مبارک ہو میری صحت یابی کی۔ اللہ کہتا ہے کہ شکر ادا کرو تو میں اور دوں گا۔'' ان کو لگتا تھا کہ وہ بالکل ٹھیک ہیں۔ ان کی اگر کوئی چادر ٹھیک کر دے یا کوئی پانی پلا دے تو شکریہ ہی ادا کرتے رہتے تھے۔ وفات سے چند ماہ قبل سے وہ اکثر سورۃ فجر کی آخری چار آیات ترجمہ کے ساتھ پڑھ کر سناتے تھے اور اکثر سناتے ہوئے رو پڑتے تھے۔ یہ آیات مندرجہ ذیل ہیں۔

یٰۤاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ o ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً o فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡo وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡo

(سورۃ الفجر 89: 28-31)

ترجمہ: اے نفسِ مطمئنہ! اپنے رب کی طرف لوٹ جا، راضی رہتے ہوئے اور رضا پاتے ہوئے۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

ابو جی کی وفات

5 مئی 2020ء کو، جو کہ 11 رمضان المبارک کا دن تھا، میری سب سے چھوٹی بہن بشریٰ نے تقریباً عصر کے وقت ان کو دوائی کھلانے کی کوشش کی تو انہوں نے کہا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے ان کو دوبارہ دوائی دینے کی کوشش کی تو انہوں نے کہا وہ تسبیح کر رہے ہیں۔ میری دوسری بہن سائرہ بھی وہاں پر موجود تھی۔ دونوں بہنیں مل کر ابو جی کو ویل چیئر پر بٹھا کر امی جان کے قریب لے گئیں۔ ابو بظاہر کافی ہشاش بشاش لگ رہے تھے اور ان دونوں سے کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ بشریٰ نے ان سے کہا کہ مغفرت کا عشرہ شروع ہو گیا ہے، ہم سب کے لئے دعائیں کریں تو انہوں نے کہا، آمین۔ اسی دوران بشریٰ کے میاں اکبر ملک وہاں پر آ گئے اور ان سے کہا کہ آپ تو بھلے چنگے لگتے ہیں کدھر کی تیاری ہے۔ ابو نے جواب دیا سیر کی۔ یہ بات انہوں نے تین دفعہ کہی۔ بشریٰ نے ان سے پوچھا کہ کدھر جانے کا دل کرتا ہے تو انہوں نے کہا کہ کہیں بھی لے جاؤ۔ گپ شپ کے دوران امی نے ان سے پوچھا کہ آپ کی کتنی بیٹیاں ہیں تو انہوں نے کہا کہ چھ۔ امی نے کہا کہ ان کے نام بتائیں تو کہنے لگے کہ گھر بلا کر امتحان لیتے ہو۔ بشریٰ، ابو جی کے پاؤں دبا رہی تھی۔ امی نے اس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کا نام بتائیں تو انہوں نے کہا کہ اس کا نام بشریٰ ہے۔ پھر امی نے پوچھا کہ آپ کو اپنی امی ابو میں سے کون

زیادہ یاد آتا ہے تو انہوں نے روتے ہوئے جواب دیا کہ دونوں۔ پھر اکبر نے ان سے جانے کی اجازت مانگی تو انہوں نے اونچی آواز میں کہا کہ I wish you best of luck پھر بشریٰ نے ان کو ایک بار پھر دوائی دینے کی کوشش کی تو انہوں نے منع کردیا اور اوپر چھت کی طرف دائیں جانب دیکھنا شروع ہوگئے اور ان کی نظر وہیں رُک گئی۔ سائرہ ان کا سینا ملنے لگی اور بشریٰ ان کے پاؤں ملنے لگ گئی اور ان کو آوازیں دینے لگ گئی۔ بڑی مشکلوں سے انہوں نے دو دفعہ ہاں کہا۔ اتنی دیر میں اکبر نے ایمبولینس کو کال کردیا تھا اور ساتھ ہی مجھے اور باقی بہنوں کو اطلاع بھی کردی تھی۔ ابو کی نبض اور بلڈ پریشر چیک کیا تو وہ تقریباً نہ ہونے کے برابر تھے۔ دونوں بہنوں نے مل کر ابو کو بیڈ پر لٹایا۔ ابو آنکھیں بند کررہے تھے اور نارمل سانس لے رہے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے تین سانسیں لیں اور اپنے خالقِ حقیقی سے 85 سال کی عمر میں جا ملے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اس کے بعد پیرامیڈیکل (Paramedical) نے آکر ان کی نبض چیک کرکے بتایا کہ حرکتِ قلب بند ہوجانے کی وجہ سے ان کی وفات ہوچکی ہے۔

حضور انور کا اخراجِ تحسین

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطبہ جمعہ مورخہ 11 ستمبر 2020ء کے اختتام پر چند نماز ہائے جنازہ غائب کا اعلان کرتے ہوئے ابو جی کا ذکرِ خیر ان الفاظ میں فرمایا: ''مکرم مبشر لطیف صاحب ایڈوکیٹ سپریم کورٹ تھے۔ آج کل کینیڈا میں تھے۔ پہلے لاہور میں رہتے ہیں۔ 5 مئی کو اُن کی وفات 85 سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن اُن کو اللہ تعالیٰ، اُس کے رسول ﷺ، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلافت احمدیہ سے بے انتہا محبت تھی۔ اُن کے نانا محترم شیخ مہر علی صاحبؓ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بہت قریبی دوست تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آپؑ کے گھر ہوشیار پور میں چلہ کاٹا جس کے دوران اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو مصلح موعود کی عظیم الشان پیش گوئی عطا فرمائی۔

17 سال تک یہ فیصل ٹاؤن لاہور کے صدر جماعت رہے۔ پاکستان میں جماعت کی وکلا کی جو ٹیم تھی اُس میں یہ شامل تھے اور اس بات پر فخر کرتے تھے۔ اُن کو متعدد اسیران کی خدمت اور مدد کا موقع ملا۔ ان تین وکلا میں سے ایک تھے جنہیں 1974ء میں جماعت کی نمائندگی کا موقع ملا۔ 46 سال تک پنجاب یونیورسٹی میں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ یہ یونیورسٹی لا کالج میں پڑھاتے بھی تھے۔ لاہور کی مسجد ماڈل ٹاؤن پر جب حملہ ہوا تو اس وقت یہ وہاں موجود تھے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے محفوظ رہے لیکن اِن کے چھوٹے بھائی نعیم ساجد صاحب موقع پر شہید ہوگئے۔ اس کے بعد یہ کینیڈا چلے گئے۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند تو تھے ہی، تہجد کے بھی بڑے پابند تھے۔ قرآن کریم سے بے انتہا محبت کرنے والے تھے۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چھ بیٹیاں اور کافی نواسے نواسیاں اور پڑنواسیاں چھوڑے ہیں۔

ملک طاہر احمد صاحب امیر جماعت لاہور لکھتے ہیں کہ محترم بیرسٹر مبشر لطیف صاحب ایک قابل اور اعلیٰ تعلیم یافتہ وکیل تھے۔ یہاں (انگلینڈ) سے بھی انہوں نے لا کی ڈگری حاصل کی تھی اور اُس زمانے میں اُن کی جوڈیشری میں بہت عزت تھی۔ جماعتی مقدمات کے سلسلہ میں 1984ء کے بعد ہمارے نوجوانوں کے خلاف جب کلمہ طیبہ کے بارہ میں کیس بنے تو اُن کی پیشی عام مجسٹریٹ کی عدالت میں ہورہی تھی۔ گو مبشر صاحب ہائی کورٹ سے نیچے کی عدالتوں میں پیش نہیں ہوتے تھے لیکن جماعتی مفاد میں مجسٹریٹ کے سامنے بھی پیش ہوتے رہے اور جماعتی مقدمات میں بے لوث خدمات سرانجام دیا کرتے تھے۔ نہایت صائب اور قانونی مشورے دیتے تھے۔ بہت سے مجسٹریٹ بھی بلکہ جج بھی اُن کے شاگرد رہے ہوئے ہیں۔ لیکن اُن کو اُن شاگردوں کے سامنے بھی پیش ہونے پر کوئی عار نہیں تھا۔ عام طور پر مجسٹریٹ کی عدالت میں سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے وکیل پیش نہیں ہوتے۔

مبارک احمد طاہر صاحب مشیر قانونی کہتے ہیں کہ مبشر لطیف صاحب کی جماعتی خدمات کا سلسلہ 1974ء سے شروع ہوا۔ آپ نے صمدانی کمیشن میں غیر از جماعت وکیل اعجاز حسین بٹالوی صاحب کو بھی assist کیا۔ 84 کے آرڈیننس کے خلاف جو کیس شرعی عدالت میں دائر کیا گیا تھا، اُس کے پینل میں بھی مبشر لطیف صاحب شامل رہے۔ منصفانہ قانون کے تحت تو اس پر کچھ نہیں ہونا تھا اور انہیں پتہ تھا یہ نہیں ہوگا۔ لیکن انہوں نے اور اُن کے ساتھیوں نے بڑی محنت سے یہ سارا کیس تیار کیا۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، درجات بلند کرے اور اُن کے لواحقین کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور سکون عطا فرمائے۔''

مقامی طور پر نمازِ جنازہ

06 مئی کو مسجد بیت الحمد مسی ساگا میں پونے ایک بجے مکرم صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مسی ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اگلے روز 07 مئی کو بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم مربی صاحب موصوف نے ہی دعا کرائی۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

میرے ابو جی نے اپنی ڈائری میں جماعتی، پیشہ وارانہ کاوشوں اور بعض ایمان افروز واقعات تحریر کئے ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ اُن کو ایک کتاب کی شکل میں ترتیب دوں۔ قارئین دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اطلاعات و اعلانات

قارئین کرام بخوبی جانتے ہیں کہ احمدیہ گزٹ کینیڈا کی آغاز سے ہی یہ حسن اور خوبی رہی ہے کہ شادی بیاہ، نکاح، پیدائش، نمایاں کامیابی اور وفات وغیرہ کی اطلاعات و اعلانات بغرض دعا شائع کرکے احباب جماعت کو ایک دوسرے سے باخبر رکھتا ہے۔

اب جب کہ کورونا وائرس کی عالمی وبا کے پیشِ نظر آن لائن ہونے سے اس کے استفادہ کا دائرہ کار وسعت اختیار کرکے دنیا بھر میں پھیل چکا ہے اور آج کل یہ دنیا گلوبل ویلج (Globel Village) بن چکی ہے اس طرح دعا کا فیض بھی تمام دنیا میں بسنے والے احمدی حضرات سے ملنا شروع ہوگیا ہے۔

اس لئے قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ شادی بیاہ، نکاح، پیدائش، نمایاں کامیابی اور وفات وغیرہ کے اعلانات جلد ازجلد بھجوائیں۔

اگر ولادت، نمایاں کامیابی یا وفات کی اطلاع کے ساتھ ای میل کے ذریعہ حضرات کی تصویر بھی Jpeg format میں بھجوائیں تو ادارہ ممنون احسان ہوگا نیز پیدائش پر New born baby اور تکمیل قرآن پر بچوں کی تصاویر Jpeg format میں اعلانات کے ساتھ درج ذیل پتہ پر بھجوائیں۔

تمام اعلانات ایم ایس ورڈ فارمیٹ اور ٹائپ شدہ ہوں۔

editor@ahmadiyyagazette.ca

ادارہ احمدیہ گزٹ کینیڈا اپنے اور تمام رضا کاروں کے لئے قارئین کرام سے دعا کی درخواست کرتا ہے۔

(ادارہ)

دعائے مغفرت

☆ مکرم راشد احمد منیر صاحب

25/اگست 2020ء کو مکرم راشد احمد منیر صاحب مسی ساگا جماعت 48 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

26/اگست کو مسجد بیت الحمد مسی ساگا میں دو بجے مکرم صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مسی ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اوراس کے فوراً بعد بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم عبدالقادر عودہ صاحب واقفِ زندگی مسی ساگا نے دعا کرائی۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ آپ مکرم منیر احمد قریشی صاحب مرحوم فیصل آباد کے صاحبزادے اور مکرم ماسٹر عطاء اللہ خاں صاحب تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ کے پوتے تھے۔

مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند اور نہایت مخلص احمدی تھے۔ آپ تادم آخر اپنے حلقہ مسی ساگا ساؤتھ کے صدر تھے۔ اس سے قبل جنرل سیکرٹری اور نائب صدر رہے۔ خلافت سے صدق وصفا اور وفا کا گہرا تعلق تھا۔

آپ نے پسماندگان میں والدہ محترمہ عطیہ جبین صاحبہ امریکہ، اہلیہ محترمہ مریم راشد صاحبہ، ایک بیٹا مکرم دانش منیر صاحب، ایک صاحبزادی محترمہ علیشاہ منیر صاحبہ مسی ساگا اور دو بھائی مکرم زاہد احمد منیر صاحب اور مکرم شاہد احمد منیر صاحب امریکہ اور ایک ہمشیرہ محترمہ سمیرہ ہارون صاحبہ کیلگری یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ محترمہ شمیم رحمٰن صاحبہ

یکم ستمبر 2020ء کو محترمہ شمیم رحمٰن صاحبہ اہلیہ مکرم ہبۃ الرحمٰن صاحب نیو مارکیٹ جماعت 59 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

2/ستمبر کو مسجد بیت الحمد مسی ساگا میں دو بجے مکرم صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مسی ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ 3/ستمبر کو گیارہ بجے نیشنل قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم خالد محمود کھوکھر صاحب بریڈفورڈ نے قبر پر دعا کرائی۔

مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ نیک صالحہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، ہمدرد و خیرخواہ، خلیق، ملنسار اور مہمان نواز خاتون تھیں۔ آپ کو مختلف حیثیتوں سے لجنہ اماء اللہ کی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ ریجنل پریذیڈنٹ لجنہ ناردرن انٹاریو امارت رہیں۔ زندگی بھر ہومیوپیتھک میڈیسن سے لوگوں کی خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ بڑے جذبے اور لگن سے تشخیص کرتیں اور علاج معالجہ کرتیں۔ مرحومہ کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ صدق ووفا کا گہرا تعلق تھا۔

مرحومہ نے پسماندگان میں شوہر کے علاوہ ایک بیٹا مکرم فیصل رحمٰن صاحب بریڈفورڈ اور دو بیٹیاں محترمہ ثنا رحمٰن صاحبہ اہلیہ مکرم نادر احمد خاں صاحب اور محترمہ صبا رحمٰن صاحبہ نیومارکیٹ، یادگار چھوڑی ہیں۔

☆ محترمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ

03/ستمبر 2020ء کو محترمہ امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم مبارک محمود پانی پتی صاحب مرحوم احمدیہ ابوڈ آف پیس 80 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

04/ستمبر کو مسجد بیت الحمد مسی ساگا میں دو بجے مکرم صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مسی ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اوراس کے بعد تین بجے نیشنل قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم سہیل احمد ثاقب بسرا صاحب پروفیسر جامعہ احمدیہ کینیڈا نے قبر پر دعا کرائی۔

مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ آپ حضرت عبدالرحمٰن دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صاحبزادی، مکرم شیخ محمد اسماعیل پانی پتی صاحب مرحوم کی بہو تھیں اور مکرم شکور بھائی چشمے والے یوکے کی ہمشیرہ تھیں۔

آپ نیک صالحہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، ہمدرد و خیرخواہ، خلیق، ملنسار اور دعاگو بزرگ خاتون تھیں۔ خداتعالیٰ کے فضل سے اپنے بچوں کی اعلیٰ تربیت کی۔ آپ کو مختلف حیثیتوں سے لجنہ اماء اللہ کی خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ لمبا عرصہ دہلی گیٹ لاہور کی صدر لجنہ اور سیکرٹری تجنید ضلع لاہور رہیں۔ یہاں پر احمدیہ ابوڈ آف پیس میں بچوں کو قرآن کریم پڑھاتی اور واقفِ نو کی کلاسز لیتی رہیں۔ زندگی بھر بڑے جذبے، لگن اور اخلاص سے جماعت کی خدمت کی۔ مرحومہ کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ صدق ووفا کا گہرا تعلق تھا۔

مرحومہ نے پسماندگان میں دو بیٹے مکرم شیخ طارق محمود پانی پتی صاحب یوکے، مکرم شیخ خالد محمود پانی پتی صاحب سوئٹزرلینڈ، تین بیٹیاں محترمہ امۃ الجلیل شافی صاحبہ ٹرانٹو ویسٹ، محترمہ بشریٰ ایاز صاحبہ اہلیہ مکرم نسیم حسین ایاز صاحب جرمنی، محترمہ شاہین رحمٰن صاحبہ اہلیہ مکرم معزالدین مبارک رحمان صاحب رچمنڈ ہل اور ایک ہمشیرہ محترمہ طاہرہ بھٹی صاحبہ اہلیہ مکرم اسد بھٹی صاحب جرمنی یادگار چھوڑے ہیں۔ مرحومہ کے بعض اور اعزا و اقارب بھی کینیڈا میں مقیم ہیں۔

☆ محترمہ سعیدہ افضل کھوکھر صاحبہ

12/ستمبر 2020ء کو محترمہ سعیدہ افضل کھوکھر صاحبہ اہلیہ مکرم محمد افضل کھوکھر صاحب شہید کچنر جماعت 87 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

14/ستمبر کو مسجد بیت الحمد مسی ساگا میں دو بجے مکرم صادق احمد صاحب مربی سلسلہ مسی ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اوراس کے بعد تین بجے بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم مولانا ہادی علی چوہدری صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا نے قبر پر دعا کرائی۔

مرحومہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ گوجرانوالہ میں 1974ء احمدیت کی شدید مخالفت ہوئی۔ ان ایام میں آپ کے شوہر مکرم محمد افضل کھوکھر صاحب اور سب سے بڑے بیٹے مکرم اشرف محمود کھوکھر صاحب نے احمدیت کی خاطر جام شہادت نوش کیا۔ مرحومہ نے اپنے بچوں کی اسلام اور احمدیت کی حقیقی روح کے ساتھ تربیت کی۔

آپ نیک صالحہ، صوم وصلوٰۃ کی پابند، ہمدرد و خیرخواہ، خلیق، ملنسار، مہمان نواز اور دعاگو بزرگ خاتون تھیں۔ مرحومہ کا نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ صدق ووفا کا گہرا تعلق تھا۔

مرحومہ نے پسماندگان میں ایک بیٹا مکرم بلال احمد کھوکھر صاحب کچنر، بیٹیاں محترمہ طیبہ یاسمین قریشی صاحبہ اہلیہ مکرم سعید احمد قریشی صاحب ملٹن ایسٹ، محترمہ طاہرہ مجید صاحبہ اہلیہ مکرم عبدالمجید صاحب بریمپٹن ویسٹ اور محترمہ ثمینہ کھوکھر صاحبہ اہلیہ مکرم طاہر احمد کھوکھر صاحب یوکے یادگار چھوڑے ہیں۔

☆ مکرم مشتاق احمد صاحب

12/ستمبر 2020ء کو مکرم مشتاق احمد صاحب ٹورانٹو ایسٹ جماعت 67 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

(باقی صفحہ 19)